قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی (القرآن الحکیم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

المجاهد من جاهد نفسه (حدیث شریف)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے

ماہنامہ المرشد چکوال

بیادِ

شیخ العرب والعجم صدیق دوراں مجدد طریقت مجتہد فی التصوف بحر العلوم شریعت

امام اولیاء شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلام قلزم فیوض برکات

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

دار العرفان منارہ ضلع چکوال

تصوف کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ جا ہے صفا سے جا ملے اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے ۔ اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے ۔ قرآن و حدیث کے مطابق ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے ۔

عہد رسالت اور صحابہ کرامؓ کے دور میں جس طرح دین کے دوسرے شعبوں تفسیر ، اصول ، فقہ ، کلام وغیرہ کے نام اور اصطلاحات وضع نہ ہوئی تھیں ۔ ہر چند کہ ان کے اصول و کلیات موجود تھے ۔ اور ان عنوانات کے تحت یہ شعبے بعد میں مدون ہوئے ۔ اسی طرح دین کا یہ اہم شعبہ بھی موجود تھا کیونکہ تزکیہ باطن خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں شامل تھا صحابہ کی زندگی بھی اس کا نمونہ تھی ۔ لیکن اس کی تدوین بھی دوسرے شعبوں کی طرح بعد میں ہوئی صحابیت کے شرف اور لقب کی موجودگی میں کسی علیحدہ اصطلاح کی ضرورت نہیں تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کیلئے متکلم مفسر ، محدث ، فقیہ اور صوفی کے القاب استعمال نہیں کئے گئے ۔ اس کے بعد جن لوگوں نے دین کے اس شعبہ کی خدمت کی اور اس کے حامل اور متخصص قرار پائے گئے ۔ ان کی زندگی زہد و اتقاء اور خلوص و سادگی کا عمدہ نمونہ تھیں ۔ ان کی غذا بھی سادہ اور لباس بھی موٹا جھوٹا اکثر صوف وغیرہ کا ہوتا تھا ۔ اس وجہ سے وہ لوگوں میں صوفی کے لقب سے یاد کئے گئے اور اس نسبت سے ان سے متعلقہ شعبہ دین کو بعد میں تصوف کا نام دیا گیا ۔ قرآن حکیم میں اسے تقویٰ ، تزکیہ اور خشیۃ اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ اور حدیث شریف میں اسے "احسان" سے موسوم کیا گیا ہے ۔ اور اسے دین کا ماحصل قرار دیا گیا ہے ۔

نبوت کے دو پہلو ہیں اور دونوں یکساں اہمیت رکھتے ہیں ۔ کما قال تعالیٰ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا ہے جبکہ انہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا ۔ جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۔

نبوت کے ظاہری پہلو کا تعلق تلاوت آیات اور تعلیم و تشریح کتاب سے ہے ۔ اور اس کے باطنی پہلو کا تعلق تزکیہ باطن سے ہے جن نفوس قدسیہ کو نبوت کے صرف ظاہری پہلو سے حصہ وافر ملا وہ مفسر ، محدث ، فقیہ اور مبلغ کے ناموں سے موسوم ہوئے اور جنہیں اس کے ساتھ ہی نبوت کے باطنی پہلو سے بھی سرفراز فرمایا گیا ۔ ان میں سے بعض غوثیت ، قطبیت ، ابدالیت اور قیومیت وغیرہ کے مناصب پر فائز ہوئے مگر ان سب کا سرچشمہ کتاب و سنت ہے اللہ اور بندے کے درمیان علاقہ قائم رکھنے والی چیز اعتصام الکتاب و السنتہ ہے یہی مدار نجات ہے ۔ قبر سے حشر تک اتباع کتاب و سنت کے متعلق ہی سوال ہوگا ۔

ماخوذ دلائل السلوک صفحہ ۱۳، ۱۵ از حضرت مولانا اللہ یار خان رحؒ

جلد ۹ | اپریل ۱۹۸۷ء بمطابق شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ | شمارہ ۸

ماہنامہ المرشد

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

بیاد

حضرت العلام مولانا

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ

مدیر مسئول

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی

مدیران اعزازی

اکرام اللہ جان قاسمی

ملک عبدالغفار

بدل اشتراک

چندہ سالانہ ۵۰ روپے

ششماہی ۳۰ روپے

فی پرچہ ۵ روپے

سول ایجنٹ

اولیسیہ کتب خانہ

۷۲۸/G ماڈل ٹاؤن ایکسٹنشن سکیم

کیو بلاک۔ لاہور

نویسندہ: قاضی اقبال حسین خوشنویس شاہدرہ ٹاؤن

اس شمارہ میں

اداریہ۔ مدیر ۔۔۔۔۔ ۲

باتیں انکی خوشبو خوشبو: حضرت شیخ المکرم رح ۔۔۔۔۔ ۴

اسرار التنزیل: حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی ۔۔۔۔۔ ۶

باتیں انکی یاد رہیں: امداد حسین شاہ ۔۔۔۔۔ ۱۵

شب جائے کہ من بودم: حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ ۔۔۔۔۔ ۱۷

افہام و تفہیم: حافظ عبدالرزاق ۔۔۔۔۔ ۴۲

جنت، قرب باری اور جمال باری کا نام ہے۔ ۔۔۔۔۔ ۴۵

تبصرہ کتب حافظ عبدالرزاق ۔۔۔۔۔ ۵۳

اقوال زریں ۔۔۔۔۔ ۵۶

طابع و ناشر حافظ عبدالرزاق مطبوعہ اصلاحی شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور، مقام اشاعت دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

اداریہ

بیان برکت آں یاد دلنواز کنیم
بایں بہانہ مگر خود دراز کنیم !

ترجمہ:۔ اس دلنواز محبوب کی برکات کا بیان کرتے ہیں۔ درحقیقت اس بہانے اپنی عمر کو بابرکت بناتے ہیں

کتاب کا مطالعہ ذہن کو معلومات کا خزانہ بنا دیتا ہے اور صاحبِ کتاب کی تربیت قلب کو معرفت کا منبع اور اور مصدر بنا دیتا ہے۔ کتاب جاننا سکھاتی ہے۔ اور صاحبِ کتاب ماننے کی اہلیت پیدا کر دیتا ہے۔ وہ ماننا۔ جس میں جاننا شامل ہو۔ قلب کا یوں تزکیہ کرتا ہے کہ آدمی انسان بن جاتا ہے۔ گو جاننا اور ماننا دونوں ضروری ہیں۔ مگر پھر بھی ان میں فرق ہے۔ خوب کہا اقبال لاہوری نے ؎

صحبت از علم کتابی خوش تر است
صحبت مردانِ حر آدم گر است !

ترجمہ:۔ کتابی علم سے عملی تربیت بہتر ہوتی ہے۔ اہل اللہ کی صحبت آدمی کو انسان بنا دیتی ہے۔

کتاب نے مسلمان بنایا۔ صاحبِ کتاب نے صحابی بنایا۔ اور کتاب کے نازل کرنے والے اور صاحبِ کتاب کو مزکی بنا کر بھیجنے والے نے اپنے نمائندہ کی تربیت کی پذیرائی یوں کی کہ اعلان کر دیا کہ اب میرے پاس وہی پہنچے گا۔ جو میرے حبیبؐ کے صحابیؓ کے نقش قدم پر چلے گا۔ وَ اِلَّا فَلَا صاحبِ کتاب سے بے نیاز ہو کر کتاب پڑھنے والے بس ذہنی کشتی کے فن میں ہی الجھ کر رہ گئے۔ آدمی ہوتے ہوئے انسان نہ بن سکے۔

صاحبِ کتاب کی تعلیمات کے لئے جہاں کتاب موجود ہے۔ وہاں صاحبِ کتاب کا فیض صحبت تقسیم کرنے والے اہل دل بھی موجود ہیں۔ ان کی تلاش اور ان سے یہ دولت حاصل کرنا اتنا ضروری ہے کہ زمانہ حال کا ایک عظیم فلسفی شاعر کو یہ کہنا پڑا ؎

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے ؎ | بوسہ زن بر آستانِ کاملے
ہست محبوبے نہاں اندر دلت | چشم اگر داری بیا بنمائمت

ترجمہ:۔ اس جسم خاکی کو کیمیا بنا لے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کامل کے دامن سے عقیدت کیساتھ وابستہ ہو جا تیرے

اندر تیرا محبوب نہاں ہے۔ تجھے نگاہ حاصل ہو جائے تو میں تجھے اس کا مشاہدہ کرا دوں۔

اس لئے جہاں اہل دل موجود ہیں وہاں ان کے متلاشی بھی اسی دنیا میں آباد ہیں۔ اس حقیقت کا اظہار اب کے کچھ اس طرح ہوا۔ کہ ہمارے شیخ سلسلہ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب اس دفعہ جو عمرہ کے لئے گئے تو حرمین کے باسی مقامی باشندے ان سے لپٹ لپٹ کے ملنے لگے اور یہ ملنا صرف رسمی ملاقات ثابت نہ ہوئی بلکہ جوق در جوق سلسلے میں شامل ہو کر ذکر الٰہی کا سلیقہ سیکھنے لگے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کے ایک باسی نے راز افشاں کرتے ہوئے بتایا کہ میں ۳۵ برس سے یہاں رہ رہا ہوں۔ کسی صاحب دل کی تلاش تھی ایک مہینہ پہلے مجھے گنبد خضرا کے مکین رحمتہ للعالمینؐ نے جس شخص کی نشاندھی فرمائی میں ایک مہینہ سے ہر آنے جانے والے کو دیکھ رہا ہوں۔ آج ہی نے پہچان لیا اور ۳۵ برس کے بعد میری مراد پوری ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈور اُدھر سے ہل ہی ہے۔ حرکت اِدھر ظاہر ہو رہی ہے۔ یوں لگتا ہے۔ کہ اس شخص نے جیسے منادی کر دی ہو کہ ـــ

اس کی تفصیل حضرت کی روداد سفر میں پڑھیے۔

(مدیر)

ضرورت رشتہ

ایک ساتھی جو قاری ہیں۔ عمر ۲۸ سال ہے۔ کراچی میں مؤذن اور مدرس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ان کے لئے حافظ القرآن اور پابند صوم وصلوٰۃ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ بیشک بیوہ ہو۔ لیکن عمر زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال ہو۔

باتیں انکی خوشبو خوشبو

ارشادات حضرت شیخ المکرم رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب :- محمد اسلم عادل، ایم، اے، ایم، ایڈ

★ فرمایا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کرنے کے لئے کچھ آداب ہیں اور دعا کی قبولیت کے لئے چند شرائط ہیں۔ کتاب و سنت میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کے لئے تاکید فرمائی گئی ہے۔

۱:- غذا کا حلال اور پاکیزہ ہونا۔ فرمان باری ہے " اے اہل ایمان، زمین کی پاکیزہ اور حلال چیزیں کھاؤ "

۲:- بدن پاک ہونا، لباس کا پاک ہونا اور حلال کی کمائی سے تیار ہونا۔

۳:- استقبال قبلہ، خلوص نیت اور سحر کا وقت ہونا فرمان باری ہے " پس اللہ تعالیٰ کو خلوص دل سے پکارو " " اور (اہل تقویٰ) سحر کے وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں "

۴:- ادب سے دو زانو بیٹھ کر دعا کرنا، ہاتھوں کو پھیلائے۔ شانوں تک اٹھائے۔ اور کھول کر رکھے اور ادب، خشوع و خضوع کا خیال رکھے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے ساتھ دعا مانگے اور منقولہ دعائیں پڑھے اور انبیاء اور اولیاء اللہ کے توسل سے، اور دھیمی آواز سے دعا کرے اور دعا ختم کر کے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر دے۔

۵:- قبولیتِ دعا میں جلدی نہ کرنا یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ ابھی ابھی دعا قبول ہو جائے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو دعا ہی ترک کر بیٹھے۔

★ فرمایا مستجاب الدعوات ہونے کے لئے متقی ہونا شرط ہے۔ متقی کی تعریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یوں فرمائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس چیز کو ترک نہ

کردے۔ جس میں (بظاہر) حرام کا شبہ نہیں۔ مگر اس اندیشے سے کہ وہ چیز کہیں حرام تک نہ لے جائے۔"

★ فرمایا مستجاب الدعوات وہ شخص ہوتا ہے۔ جس کا تعلق قلبی اللہ تعالیٰ کے ساتھ پختہ ہو مخلوق سے قلبی انقطاع مکمل ہو۔ تزکیہ نفس مکمل ہو چکا ہو۔ دوام ذکر حاصل ہو۔ یہ اوصاف صرف اولیاء اللہ کاملین میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے مستجاب الدعوات بھی وہی ہوتے ہیں۔

★ فرمایا انسان کی حقیقی قدر و قیمت اور اصلی عظمت و برتری کا اندازہ اس وقت ہوگا جب اس کی فردِ عمل مالکِ حقیقی کے سامنے پیش ہوگی۔ اور اسے فوزِ عظیم کا مژدہ سنا کر انعام و اکرام کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ اس لئے حقیقی کامرانی و فلاح اور حقیقی عظمت و شان وہی ہے۔ جسے اخروی کامیابی اور ابدی راحت کہا جاتا ہے۔ جیسے اس دنیا کی چند روزہ شان و شوکت فریبِ نظر اور غرورِ نفس کے سوا کچھ نہیں۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝

★ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مخلوق سے منقطع ہو کر اللہ کا ہو رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تمام تکالیف کا خود ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اسے اس کا گمان تک نہیں ہوتا۔ فرمایا

ولایت کے دو رکن ہیں۔ اوّل اتباعِ شریعت دوم باطن کا انوارِ حقیقت میں مستغرق ہو جانا اور ولایت کا مفہوم ہے حصول قربِ الٰہی۔ حصولِ قربِ الٰہی کے وسائل دو ہیں۔ اول اطاعتِ الٰہی۔ دوم اجتناب از معصیت

★ فرمایا قربِ الٰہی کے تین مدارج ہیں۔ قربِ فرائض۔ قربِ نوافل اور درجہ محبوبیت۔ قربِ فرائض یہ ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے۔ جس کو صوفیہ فنائے ذات سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی انسان اپنا ارادہ مٹا دے خود محض آلہ بن جائے۔ اور اللہ تعالیٰ فاعل کما قال تعالیٰ۔

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔"

روح ان اجسام سے نہیں۔ جو متفرق ہو جاتے ہیں بلکہ ایسے جوہر سے ہے جو ملائکہ سے بھی الطف ہے۔ اس کا مسکن عالمِ امر ہے مگر تعلق بدن سے اپنے اصلی وطن کو بھول جاتا ہے۔ اور اس کی قوتِ پرواز یا تو بالکل ختم ہو جاتی ہے یا نہایت کمزور ہو جاتی ہے۔ جب کسی عارفِ کامل نے اسے اپنے وطن سے مانوس کرایا۔ ذکرِ الٰہی کی کثرت ہوئی۔ اور اسم الظاہر و الباطن اس کے پر بن گئے تو قوتِ پرواز لوٹ آئی اور روح انوارِ معرفت سے منور ہوگی۔ عارف کو ٭

بقیہ صفحہ ۹ پر

٭ محبوبیت کا درجہ اسوقت حاصل ہوتا ہے۔ جب اسکی آنکھوں میں، اس کے کانوں میں، اسکے ہاتھ پاؤں میں۔ بلکہ تمام اعضاء جوارح میں غیر اللہ

اسرار التنزیل

از: حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی

وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا هذا القران مهجورا۔ (۲۵: ۳۰)

انسان دنیا میں دو طرح سے ہیں یہ دنیا یہ ارض و سما اس کی فضائیں اور طرح طرح کی نعمتیں اس میں لذت آنکھوں کے لئے فرحت ہے اور لذت کام و دہن کا سامان ہے۔ یہ ساری چیزیں مل کر ایک ایسا سماں باندھتی ہیں۔ کہ انسان اپنی پوری عمر ان لذائذ کے حصول میں سرگردان رہتا ہے لیکن یہ دنیا صرف ایسی نہیں بیک وقت ویسی بھی ہے جہاں برف پوش چوٹیاں ہیں وہاں آگ بھی برستی ہے۔ اگر ایک طرف مرغزار ہیں تو دوسری طرف کی زمین انسانی خون سے سرخ ہے۔ اگر ایک طرف لذتِ کام و دہن کا سامان ہے تو دوسری طرف اتنے امراض اور اس قدر بیماریاں ہیں کہ انسان بے شمار نعمتیں ہونے کے باوجود کچھ کھا نہیں سکتا نہیں رکھتا۔ اگر ایک طرف تخت حکومت ہے اسی کے ساتھ دوسری طرف جیل کی کوٹھری بھی لگی ہوئی ہے۔ آج کا فاتح کل کا مفتوح ہے آج کا جوان کل کا بوڑھا ہے۔ آج کا امیر کل کا غریب ہے۔ تو دونوں پہلو اس کے اپنی پوری شدت سے رواں دواں ہیں اور ہر انسان ان دو چکی کے پاٹوں کے درمیان پس رہا ہے۔ کبھی ایک طرف سے کچھ حاصل کر لیتا ہے کبھی دوسری طرف سے۔ بلکہ بیشتر لوگ جو ہیں وہ مصائب زیادہ جھیلتے ہیں اور آرام کم پاتے ہیں۔ جب یہ دنیا ختم ہو گی جب یہ زندگی ختم ہو گی تو موت ایک نئے سفر کے آغاز کا نام ہے ایک نئی زندگی شروع ہو گی سے

موت کو سمجھیں ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبح دوامِ زندگی

جیسے بظاہر ہم زندگی کا خاتمہ سمجھ رہے ہیں اس سے جو زندگی شروع ہو گی وہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آئے گی اور پھر حشر بپا ہو گا۔ تو وہاں بھی لوگ دو طرح کے ہوں گے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں۔

اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔

قیامت کا زلزلہ بہت بڑا حادثہ ہوگا بہت بڑا اتنا بڑا کہ جس کی ہیبت سے آسمان بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ سورج بے نور ہو جائے گا ستارے چاند جھڑ جائیں گے پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑیں گے۔ سمندر کھول کر خشک ہو جائیں گے۔ بھاپ بن جائیں گے۔ ظاہر ہے اتنا بڑا حادثہ ہر شے کو تہ و بالا کر دینے والا۔

وہاں بھی لوگ دو طرح کے ہونگے بالکل جس طرح اس دنیاوی زندگی میں انسانیت تکلیفوں میں مصیبتوں میں پریشانیوں میں سسک رہی ہے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بڑے اطمینان سے بڑے آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں ہزارہا حوادثات زمانہ اُن کے مزاج کو نہیں بدل سکے اُن کے پائے استقامت میں لغزش نہیں لا سکے۔ اُن کی اپنی سوچ اُن کے اپنے طریقے کو نہیں بدلا جا سکا اور دنیا کے وہ طوفان جو دوسروں کو تنکوں کی طرح اڑائے پھرتے ہیں۔ جس طرح ایک مضبوط چٹان سے گرد و غبار اڑا کر آسے اور نکھار دیتے ہیں۔ اُن لوگوں کے لئے بالکل وہی کام کرتے ہیں۔ جہاں تکالیف دوسروں کو پریشان کرتی ہیں۔ انہیں تکالیف بھی بڑی حد تک آرام پہنچانے والی ہوتی ہیں۔ چونکہ راحت یا کوفت انسان کے اندر ہوتی ہے۔ اُس کے دل میں ہوتی ہے۔

ایک شخص کو آپ تخت سلطنت پہ بٹھا دیں اور اس کا دل خوش نہ ہو تو وہ حکومت اُس کے کسی کام کی نہیں ایک شخص کو آپ سزائے موت دے دیتے ہیں تختہ دار پہ کھینچنے کی تیاری کرتے ہیں لیکن اُس کا دل مطمئن ہے۔ اُسے راحت مل رہی ہے بالکل ویسے ہی دو طرح کے لوگ وہاں بھی ہوں گے اور اللہ کریم نے بڑی عجیب طرز اختیار فرمائی ہے۔ ارشاد فرماتے ہوئے۔

اصحاب الجنۃ یوم ...... واحسن

وقیلا ۔ دیکھیں مقصود ہے حادثہ قیامت اور واقعہ قیامت کی حالت کا بیان۔ لیکن کچھ لوگوں کو اس قدر استثنا حاصل ہے کہ وقوع سے پہلے اُن کے استثناء کا ذکر ہو رہا ہے۔ وقوع کا ذکر بعد میں ہے اور جو لوگ اُس سے مستثنیٰ قرار دے دیئے ہیں۔ اُن کا ذکر خیر پہلے ہو رہا ہے۔ اتنی اہمیت ہے انہیں کہ کوئی سننے والا یہ یہ سمجھ لے سب دنیا پہ یہ حادثہ اسی طرح بیت جائے گا۔ بلکہ فرمایا وہ لوگ جو جنت کے باسی ہیں اصحاب الجنہ جنت کے باسی لوگ اور یہ بجائے خود عجیب اصطلاح ہے وہ لوگ جو اس دار دنیا میں اللہ جل شانہٗ کی اطاعت کر کے وقت گزارتے ہیں اور اللہ کی منشا

کے مطابق رہتے ہیں انہی کو اصحاب الجنۃ کہا گیا ہے۔ خواہ وہ اس دنیا میں ہوں۔ برزخ میں یا میدان حشر میں ہوں وہ جنت کے مالک ہیں جنت کے رہنے والے ہیں جنہوں نے اپنا سودا رب کریم سے نبھالیا ہے۔ تو فرمایا جنت کے باسی جو ہیں جنت کے رہنے والے جو ہیں وہ اُس دن بہترین ٹھکانے پر ہوں گے۔ اور انہیں بہترین خطاب کیا جائے گا واحسن مقیلا۔ اُسی دن تو انہیں بات سننے کی لذت آ رہی ہو گی۔ یعنی عین ایک لمحے میں جب ایک شخص درد سے تڑپ رہا ہے۔ دوسرا لذت کی انتہا کو پہنچ رہا ہے۔ ایک شخص گرفتار بلا ہے اور دوسرا اُسی گھڑی راحت پا رہا ہے

فرمایا وہی وقت ہو گا جب اہل جنت بہترین ٹھکانے پر بیٹھے ہوں گے۔ واحسن مقیلا اور بہت نفیس باتیں سُن رہے ہوں گے بہت نفیس باتیں کر رہے ہوں گے اور وہ دن ایسا ہو گا۔

یوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملئکۃ تنزیلا۔ حالانکہ اُس دن کی ہیبت سے آسمان پھٹ رہے ہوں گے فرشتے فوج در فوج اُتر رہے ہونگے۔ حشر کا میدان قائم ہو رہا ہو گا۔

اور فرمایا الملک یوم .... للرحمٰن اور صرف اور صرف اللہ جل شانہ کی حکومت ہو گی کوئی جھوٹے منہ بھی اپنی حکومت و سلطنت کا مدعی نہیں ہو گا۔ کوئی اپنی ریاست نہیں چاہے گا۔ بلکہ بڑے سے بڑا انسان بھی اپنی جان بچ جانے کی فکر میں ہو گا۔

وکان یوم علی الکافرین عسیرا۔ اور خدا کی نافرمانی کرنے والوں پر وہی دن سخت ترین دن ہو گا۔ ایک ہی دن ایک طرف اپنے دامن میں بیشمار مصیبتیں بے شمار سختیاں اور لا متناہی عذاب الامان الحفیظ۔

یَوۡمَ یَعَضُّ .... یَدَیۡہِ

فرمایا ظالم اُس دن اپنے ہاتھ کاٹیں گے اور کہیں گے یٰلَیۡتَنِی اتَّخَذۡتُ .... سبیلا اے کاش ہم نے اللہ کے رسول کے ساتھ راستہ بنایا ہوتا۔ چونکہ وہ دیکھ رہے ہوں گے کہ وہاں لوگوں کی کس طرح سے درجہ بندی کی جائے گی۔ ریکگنائزڈ کیا جائے گا۔ وہاں کی درجہ بندی اُس نسبت سے ہو گی جو کسی انسان کو اللہ کے رسول سے ہے۔ اُس کے ظاہری قد و قامت سے اُس کے نسب و نام سے اُس کے مال و دولت سے اُس کی سلطنت و حکومت سے یا اُسی کے کسی اور دنیوی وصف سے نہیں بلکہ صرف ایک وصف جانچا جائیگا کہ کس کو اللہ کے ساتھ اللہ کے حبیب کے ساتھ کتنی نسبت ہے۔ جب یہ بات سارے عالم کے سامنے ہو گی تو کافر بھی کہے گا کہ اے کاش! دوستی کا مزا تو اللہ کے رسول کے ساتھ تھا۔ کہے گا۔

یا ویلتا لیتنی .... خلیلا

اے کاش جنہیں زندگی میں میں دوست سمجھتا رہا انہیں کبھی دوست نہ بنایا ہوتا۔

دوستی کا لطف تو یہ ہے کہ کافر بھی کہے گا۔ وہ کامیاب رہے جن کی محبت جن کی الفت جن کی دوستی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی اور میں کیسا بے نصیب تھا کہ میں نے جنہیں اپنا ہمدرد سمجھا آج میرے گناہوں پہ میرے لئے گواہی کا کام کرتے ہیں اے کاش میں نے کبھی فلاں کو دوست نہ پکڑا ہوتا۔ لقد اضلنی ذکر...... جاءنی۔ خدا کتنا کریم ہے اس نے اپنی بات اپنی نصیحت اپنا کلام اپنا حبیب اپنے حبیب کی دوستی میرے گھر تک میرے دروازے تک پہنچائی۔ لیکن میرے ان ناعاقبت شناس دوستوں نے مجھے وہاں جانے نہیں دیا۔

وکان الشیطان لانسان مخذولا۔

اللہ کریم فرماتے ہیں شیطان تو تھا ہی انسان کو خجل کرنے کے درپے۔

تو یہاں بات یہ آتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ واٰلہ وسلم کی دوستی شے کیا ہے۔ وہ دیتی کیا ہے اور وہ ہم سے لیتی کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دوستی ہی کو اسلام کا نام دیا گیا ہے۔ اور اسلام کیا شے ہے اور اسلام ہے اس دنیا میں انتہائی پر لطف زندگی گزارنے کا نام۔

یہ جو عام آدمی نے سمجھ رکھا ہے نا کہ اسلام کوئی مصیبت ہے۔ جو انسان پہ اس کے مزاج کے خلاف لاد دی جاتی ہے اور مسلمان بڑی مشکل میں جیتے ہیں یہ بالکل غلط فہمی ہے سراسر غلط فہمی ہے اسلام انتہائی مزے دار زندگی گزارنے کا نام ہے ایک ایسی زندگی کہ جب آپ سونا چاہیں تو وہ نیند سوئیں جو بچے بچپن میں سوتے ہیں اور جب آپ جاگنا چاہیں تو اتنے لطف سے جاگیں کہ کوئی پریشانی آپ کے گرد نہ آئے۔ اور یہ کیسے ممکن ہے آپ ایک موٹر پہ سوار ہیں آپ اس میں کیسے اطمینان سے بیٹھ سکتے ہیں تب ہی جب اس کا ہر پرزہ اپنا اپنا کام کر رہا ہو اس کے پہیئے درست ہوں اس کا انجن درست ہو اگر کسی کھڑکی کا ایک لاک بھی خراب ہو جائے تو آدمی باہر تو نہیں گرتا لیکن اطمینان سے سفر نہیں کر پاتا۔ ایک انڈیکیٹر چلنا بند ہو جائے ایک اشارہ بند ہو جائے تو آدمی اطمینان سے مزے سے سفر نہیں کر پاتا اس کے دل میں ایک خلش رہتی ہے۔ کہ پتہ نہیں کہاں کس طرح کا حادثہ ہو جائے

تو اسلام نام ہے اپنی زندگی کی گاڑی کو پورے لطف کے ساتھ اور صحیح سمت میں اور درست انداز کے ساتھ لے جانے کا۔ اسلام نے انسانی بدن انسانی جسم انسانی مزاج کی کسی ضرورت سے منع نہیں

فرمایا۔ اگر نیند آتی ہے تو اسلام سونے سے منع کرتا سونے کے ایسے حسین اوقات بنا دیتا ہے کہ انسان بیدار بھی رہے اور سو بھی لے۔ اگر آدھی رات کو اُٹھنے کا حکم دیتا ہے تو دوپہر کے سونے میں بھی ثواب کی بشارت دیتا ہے اگر تہجد کے لئے اُٹھتے ہیں اہمیت بتاتا ہے تو دوپہر کو کھانا کھا کر سو رہنے پر بھی جنت کی بشارت دیتا ہے یعنی اسلام نام ہے انسانی وجود کی ضروریات کو اُن کے قاعدے کے مطابق پورا کرنے کا۔ اگر کسی کو اچھا کھانا کھانے کا شوق ہے تو اسلام منع نہیں کرتا۔ کہتا ہے حلال طریقے سے کماؤ اور اُسے پاک پکاؤ اُس میں پلیدی کو شامل نہ ہونے دو اور شکم سیر ہو کر کھاؤ کوئی منع نہیں کرتا۔ اچھا کھانا کھاؤ اچھا بناؤ بہترین بناؤ آرام سے کھاؤ اور آپ دیکھیں اگر رزق حلال نہ لایا جائے مال اگر چوری کا ہو رشوت کا ہو ناجائز ہو تو کیا کبھی کھا کر کوئی بے فکر ہو سکتا ہے ممکن ہی نہیں ہے۔ اُس کا کھٹکا ہر لقمے کے ساتھ حلق سے اترتا رہتا ہے کہ کیا خبر کب کوئی حلق کو آکر پکڑ لے اسلام اُس لقمے سے منع کرتا ہے۔ اُس لقمے کی طرف دعوت دیتا ہے جس کے پیچھے کوئی اندیشہ نہ ہو جسے کھا کر آپ مطمئن ہو سکیں۔

انسان کو اسلام نے ازدواجی تعلقات سے روک نہیں دیا جانوروں کی طرح شہوت رانی سے منع کر دیا ہے۔ جا و بے جا سے منع کر دیا ہے اور ہر انسان کو خواہ وہ فقیر ہے یا شہنشاہ ایک عزت نفس دی ہے اور ہر شخص کو حکم دیا ہے کہ اپنی عزت کی حفاظت کرو۔ اور دوسرے کی عزت کو بھی اتنا ہی معزز سمجھو۔

ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں عورتوں کے بغیر نہیں رہ سکتا آپ اس ایک کام کی مجھے رخصت دے دیں آپ نے فرمایا اگر کوئی یہ کہے کہ تیرے گھر میں جو تیری بہن بیوی یا بیٹیاں ہیں اُن کے بغیر اُس کا گزارا نہیں ہو سکتا تو تو کیا سوچے گا یا رسول اللہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا فرمایا دوسروں کو بھی وہ حق دو جو اپنے لئے چاہتے ہو۔ جب تم برداشت نہیں کر سکتے تو تم جن کے ساتھ یہ سلوک کرنا چاہتے ہو کہ وہ کسی کی بیویاں کسی کی بیٹیاں کسی کی عزت و آبرو نہیں ہیں۔

یعنی اسلام نے منع نہیں کیا روک نہیں دیا مزاج انسانی کو بلکہ جسم انسان کی ضروریات کو ایک حسن ایک ترتیب اور ایک ایسا انداز دے دیا ہے کہ واقعی اُسے آرام مہیا کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک اور نعمت عظمیٰ جو عبادت والی عطا کی ہے۔ وہ ہے ہر متنفس کا براہ راست ذات

باری سے ہم کلام ہونا۔ اور یہ اتنا بڑا شرف ہے کہ یہ صرف اور صرف اسلام نے انسانیت کو بخشا ہے

آپ کسی مذہب میں جائیں تو مذہبی لوگ راستے میں براجمان ہوں گے۔ تمام مذاہب باطلہ کا مطالعہ کر لیجئے مذہبی لوگوں تک آپ کی رسائی ہوگی اُس سے آگے جسے وہ خدا یا بھگوان یا دیوتا یا کوئی نام دے دیں اُس تک رسائی اُن لوگوں کی ہوگی اہل مذہب کی نہیں ہوگی۔ مذہب کے ماننے والے اُن پروہتوں تک اُن پجاریوں تک اُن لوگوں تک پہنچیں گے جو مذہب کے سربراہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ اسلام ہے جس نے ایک عام آدمی ایک بے کس کا ہاتھ پکڑا اور براہ راست رب العالمین کے سامنے کھڑا کر دیا۔ ہر شخص اپنی ذات سمیت اپنے احساسات سمیت اپنی توقعات سمیت اپنی آرزو اور اپنی خواہشات سمیت سیدھا رب العالمین کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور دن میں پانچ وقت کی حاضری خدا نے فرض کر دی ہے۔ ہر کلمہ گو دن میں پانچ مرتبہ براہ راست رب العالمین سے مخاطب ہوتا ہے اور پھر اُس شخص کی زندگی قابل رشک ہے جو پانی پیتا ہے تو اللہ سے بات کرتے ہوئے کہ خدایا میں پی لوں۔ کتنا عظیم انسان ہے کہ کھانا کھاتا ہے تو اللہ سے بات کر کے کہ کھانا کھا لوں۔ کسی سے دشمنی کرتا ہے تو اللہ کے حکم پر خدایا اُسے دشمنی کروں اور اگر کسی سے دوستی رکھتا ہے تو اللہ سے بات کر کے خدایا اس کے ساتھ دوستی کر لوں۔ بیوی کا حق ادا کرتا ہے تو اللہ سے مشورہ کرتا ہے بچوں کی تربیت کرتا ہے تو رب العالمین سے مشورہ لیتا ہے۔ والدین کے ساتھ تعلقات ہیں تو اُن کے لئے اللہ سے پوچھتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھتا ہے۔ تو کتنا عظیم انسان ہے وہ اور دنیا کا کوئی دکھ اُس کے قریب آ سکتا ہے ممکن ہی نہیں ہے۔

چونکہ دُکھ اور مصیبت جو بظاہر نظر آتا ہے یہ نہیں ہوتا دکھ اور تکلیف اور ایذا انسان کے اندر ہوتی ہے بظاہر ایک شخص مصیبت میں بھی نظر آئے اُس کا دل مطمئن ہو وہ خوش ہے تو اُس کے لئے وہ راحت ہے۔ اور بظاہر ایک شخص راحت میں بھی نظر آئے اور اندر اُس کے آگ لگی ہوئی ہو تو وہ راحت اُس کے کسی کام کی نہیں تو یہ جو تعلق ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس میں اتنی لذت ہے۔ کہ دنیا کے سارے دکھ راحت بن جاتے ہیں۔

اور یہی لذت دلوں کو مجبور کر دیتی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ملنے کو اور

آپ نے دیکھا کتنی عجیب بات ہے اور کتنا لطف اور کتنا رحم ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں۔ کہ ایک عالم میں افراتفری تھی دَ کنتم اعداءً قرآن کریم اُس دور کا نقشہ کھینچ کر عالم انسانیت کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے انسانو! تم سب ایک دوسرے کے دشمن تھے باپ بیٹے کا دشمن تھا۔ بھائی بھائی کا دشمن تھا حکمران رعیت کے دشمن تھے اور رعایا حکمرانوں کی دشمن تھی کوئی دنیا میں کسی کا بھلا چاہنے والا نہیں تھا۔ گردنیں کٹتی تھیں انسان جیتے تھے چلاتے تھے عزتیں لٹتی تھیں کوئی اظہار تاسف تک نہیں کرتا تھا۔ سب ایک دوسرے کے دشمن تھے۔

اللہ کے ایک بندے نے ایک چھوٹی سی پہاڑی پر کھڑے ہو کر کتنی عجیب بات کہی بالکل اس دور میں جو جنس نایاب تھی کہیں اُس کا نشان نہیں تھا جو بات کوئی نہیں کہہ رہا تھا اللہ کے رسول نے وہ بات کی فرمایا اے لوگو! ساری مصیبتیں میرے پاس لے آؤ میرے قدموں میں ڈھیر کر دو میرے پاس راحتیں ہیں سکون ہے۔ اطمینان ہے اسے لے لو۔ کتنا عجیب سودا ہے۔

اور یہ صرف بات نہیں ہے ہم دیکھتے ہیں تاریخ گواہ ہے اس پر کہ ایک عالم حاضر ہوا حضورؐ کی خدمت میں اور جو بھی پہنچا وہ مصیبتیں چھوڑ کر راحتیں لے کر لوٹا اُس کی زندگی بدل گئی اُسے جینے کا مزہ آگیا۔ یعنی وہ لوگ جو صحرا میں لمبی تان کر سوتے تھے پوری دنیا کا کفر اُن کے خلاف ہو گیا اور ابتدائی تین چار سال مدینہ میں ہجرت کے بعد کوئی شخص زرہ کھول کر نہیں سویا۔ بظاہر زندگی اتنی تنگ تھی کہ کھانے کو نہیں ملتا تھا لباس ادھورے تھے ہتھیار پورے نہیں تھے اور خطرہ اتنا تھا کہ پوری دنیا کا کفر تین ہزار کی ایک چھوٹی سی کچی آبادی کو مٹانے پر تلا کھڑا تھا۔

اتنی ساری مصیبتوں میں وہ لوگ اتنے خوش تھے کہ اُن کی زندگی جیسی زندگی کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ اتنی راحتیں تھیں اُن کے پاس اتنا لطف تھا اُن کے جینے میں اتنا مزا تھا اُن کی زندگی میں کہ ایک صحابی نے یہ تک کہہ دیا کہ یا رسول اللہ ہمیں جنت نہیں چاہیئے آپ ہمارے لئے دعا کریں یہی کچے گھروندے ہوں آپ کی مجلس ہو۔

یعنی اللہ کا رسول جنت کی تعریفیں کر رہا ہے خود خدا جنت کی تعریفیں بیان کر رہا ہے اور وہ اس زندگی پہ اتنے خوش ہیں کہ کہتے ہیں خدایا ہم پر رحم کر ہمارے یہ کچے گھر رہنے دے ہمیں اس دشمنوں کے نرغے میں بھوک اور افلاس کے دنوں میں زندہ رہنے دے یہ بہترین لمحے ہیں لذیذ۔

اتنی لذیذ جنت نہیں ہو سکتی۔ اور از راہ مذاق نہ کہا۔ اس خلوص سے کہا کہ اس کا جواب عرش عظیم سے آیا۔

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ اللہ تو جنت کو مانگنے کا حکم دیتا ہے اور آپ پھٹے ہوئے لباس والے اے خالی پیٹ ایک فاقہ کش تو کہتا ہے مجھے جنت نہیں چاہیئے کچھ جنت کو سمجھا بھی ہے۔ تو کہنے لگا یا رسول اللہ لطف تو آپ کی مجلس میں ہے۔ کھانے میں ہے سونے میں ہے۔ جو لذت آپ کے ساتھ رہنے میں ہے وہ زندگی میں کہیں نہیں پائی جاتی۔ اب جنت میں آپ کے منازل تو بہت بلند ہونگے ہم نیچے درجے میں ہوں گے تو جب آپ کی مجلس نصیب نہیں ہو گی تو جنت میں کیا خاک مزا ہو گا۔

تو اس کی بات میں اتنا خلوص تھا اتنی تہہ دل سے نکلی تھی کہ اس کا جواب عرش عظیم سے آیا کہ میاں گھبراؤ نہیں جو یہاں حضورؐ کی اطاعت کریں گے وہاں بھی حضورؐ کی خدمت عالیہ میں جانے سے نہیں روکیں گے تو میاں بھی گھر سے اٹھتے ہو تو مسجد نبوی میں جا کر حضورؐ کی مجلس کا حظ اٹھاتے ہو۔ میں تمہیں وہاں بھی نہیں روکوں گا۔

یعنی وہ لذت ہے حضورؐ کی دوستی کہ دنیا کی تکلیفیں بھی اگر ٹوٹ پڑیں تو انسان خوش رہتا ہے اور اس کا اظہار ہوگا۔ میدان حشر میں کہ سب سے بڑا حادثہ رونما ہو رہا ہوگا۔ لیکن خلت مصطفوی کا سایہ ایسا ہوگا۔ کہ اس سائبان کو کوئی حرج نہیں پہنچے گا۔

قیامت کا زلزلہ بہت سخت ہوگا۔ اتنا ہیبت ناک ہوگا۔ کہ زمین تو زمین آسمان پھٹ رہے ہونگے لیکن محمد رسول اللہ کی دوستی کا خیمہ اپنی بہار پر اپنے جوبن پہ ہوگا۔ یعنی دنیا میں بھی ایسے جیو حلال کھاؤ صاف ستھری زندگی بسر کرو۔ سچ بولو اطمینان سے سوؤ اور اطمینان سے جاگو مزے کی زندگی بسر کرو اور قبر میں برزخ میں حشر میں بھی ٹھاٹھ سے رہو اس کا نام اسلام ہے۔ اور خلاف اسلام آپ دیکھتے ہیں۔ زندگی کا ہر وہ قدم جو غلطی سے بھی خلاف اسلام آپ اٹھا لیتے ہیں وہ ہمارے لئے کتنی پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔ کوئی بھی شخص کسی کو آپ دیکھ لیں۔ جو شخص خلاف اسلام زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ کروڑوں جمع کرنے کے بعد بھی بھوک اور افلاس کا شکار ہوتا ہے۔

ہم نے ایسوں کو بھی دیکھا ہے وہ ایسا بے نیاز ہے کہ گھر پہ اربوں روپے پڑے ہوتے ہیں اور وہ کھانے کی توفیق نہیں دیتا۔ وہ ساری عمر ان کو ان کے علاج پہ ہی لگائے رکھتا ہے کبھی چین سے سونے نہیں دیتا۔ کوئی لمحہ سکون سے گزرنے

نہیں پاتا۔ یہ صرف اور صرف حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بتایا ہوا راستہ ہے۔ برستی آگ میں بھی انسان کو اطمینان نصیب کرتا ہے راحت نصیب کرتا ہے اُس کا جینا مزیدار ہوتا ہے اسکی موت اسکے جینے سے اسکی زندگی*

* سے زیادہ مزیدار ہوتی ہے

ارشاد ہوتا ہے حدیث شریف میں کہ میدان حشر میں اُن سے پوچھا جائے گا۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں سب سے ہیبت ناک فعل تو ہے۔ قتل ہو جانا خوفناک کام تو یہی ہے۔ کہ اُنہیں اُس قتل میں بھی وہ لذت ملتی ہے اُن سے اللہ کریم پوچھیں گے کوئی تمہاری خواہش ہو عرض کریں گے بار الٰہ پھر سے دنیا میں بھیج دے اور تیری راہ میں پھر سے قتل کئے جائیں اور وہ لذت پھر سے نصیب ہو۔

تو خداوند عالم نے اُسی میدان کا نقشہ اس انداز سے کھینچا ہے کہ قرآن کریم کا اسلوب بیان دیکھیں اور آرام نصیب ہو گا۔ اور عین اُسی لمحے یوم تشقق السماء بالغمام۔۔۔۔

۔۔۔۔ تنزیلا

ایک طرف انتہائی مصائب ہونگے دوسری طرف اُسی لمحے اُنہی لوگوں میں سے کچھ لوگ آرام وراحت میں ہونگے فرق کیا ہو گا۔ ان دونوں میں فرمایا زندگی میں کچھ لوگوں نے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنا آئیڈیل اپنا دوست یا اپنا مقتداء اور پیشوا کسی اور کو بنا لیا۔

اور یہ لوگ جو سکون میں ہیں انہوں نے زندگی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوستی کا دم بھرا اور دنیا میں بھی آرام سے رہے یہاں بھی ان کی عزت ہے وقار ہے راحت ہے۔

اسلام ہر دو عالم کی سلامتی کا خواہاں ہے ہر دو عالم میں پُر لطف زندگی گزارنے کا نام ہے اور آرام سے زندہ رہنے کا سکون سے مرنے کا اور آرام سے بسر کرنے کا نام اسلام ہے۔ اسلام کوئی مصیبت نہیں ہے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے اور انسان کے لئے اسلام کے علاوہ کہیں راحت ہے ہی نہیں۔ آپ پڑھے لکھے احباب جانتے ہیں دنیا میں کتنے ازم ہیں معاش کے اور کتنے طرز حیات اور تہذیبیں ہیں۔ جن کا دورِ حاضرہ میں تجربہ کیا جا رہا ہے کہیں سکون نام کی کوئی چیز دکھائیں۔ کہیں اطمینان کا کوئی ایک سانس کسی کو نصیب ہوتا ہوا دکھائیں۔ کہیں نہیں سوائے ان لوگوں کے جن کے دل یاد خدا سے معمور ہیں اور سوائے اُن لوگوں کے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق حاصل ہے

تو میرے بھائی! تقلیداً انہیں محض کسی سے سن کر نہیں خود دیکھا آپکے سامنے ہے اپنی زندگی دوسروں کی زندگی اپنے حالات دوسروں کے حالات سامنے ہیں میں تو یہاں تک کہا کرتا ہوں تو کوئی تجربتہً ہی کچھ

بقیہ صفحہ ۴۱ پر

باتیں انکی یاد رہیں گی پھر باتیں ایسی نہ سنئے گا

(امداد حسین شاہ)

تصوف وسلوک، اصطلاح باطن کا وہ انعکاسی عمل ہے۔ جس کا زیادہ انحصار صحبت شیخ پر ہوتا ہے۔ اس بھگدڑ کے دور میں ایسی فرصت میسر آنا کہ مسلسل صحبت شیخ سے باطن کی اصلاح ہوتی رہے۔ بڑا مشکل کام ہے۔ اس کی کمی کسی حد تک بلکہ بہت حد تک شیخ کے ساتھ خط وکتابت سے ہو سکتی ہے۔

ہمارے سلسلہ کے رفقا کا یہ معمول بن چکا ہے کہ خط وکتابت کے ذریعے سے لوگ نصف ملاقات کرتے ہیں خوب کام لیتے ہیں۔ شیخ کی خدمت میں خط لکھتے ہیں اپنے مسائل پیش کرتے ہیں۔ جواب ملتا ہے اس طرح اصلاح نفس کا عمل جاری رہتا ہے۔ اس سلسلے میں بندہ کی خط وکتابت جو شیخ مکرم سے ہوتی رہی اس میں سے کچھ اقتباس پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

(۱) جنوری ۶۴ء میں لکھا۔

یہ دور فتن ہے۔ عارفین کا وجود نابود ہو رہا ہے کاملین کا وجود تو ختم ہو چکا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے اپنا نام لینے کی توفیق اور جذبہ عطا فرمایا۔ ایسے لوگ کی جماعت میں شامل فرمایا۔ جو اس کی یاد میں اپنے چند لمحات گزار لیتے دعا کیا کریں اور کوشش کیا کریں۔ کہ کتاب و سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ فرائض اور ذکر الٰہی کی سختی سے پابندی کرنا۔

(۲) ولایت نام ہے سچے دل سے اتباع شریعت کا۔ اپنے تمام اعمال کا قبلہ وکعبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کو بنانا۔ اپنے ظاہر کو حضور اکرمؐ کے ظاہر کے مطابق اور اپنے باطن کو حضور اکرمؐ کے باطن کے مطابق بنانے کی کوشش کرنا۔ مخلوق رسول اکرم سے روحانی تعلق توڑ بیٹھی ہے۔ یاد رکھنا سلوک وتصوف کے لئے تین چیزوں کی ضرورت اس گاڑی کے لئے بھاپ محبت ہے۔ سڑک شریعت ہے۔ اور ڈرائیور شیخ ہے۔ لوگ ایمان ومحبت کی گرمی سے محروم ہیں۔ گو ان کے دلوں میں تکذیب نہیں۔ مگر تصدیق بھی پوری پوری نہیں۔ پھر یہ کہ

قیامت کے مواخذہ کا خوف بھی دلوں سے نکل چکا ہے اس لئے اتباع سنت کا جذبہ مفقود ہو رہا ہے۔ حضور اکرمؐ کا یہ فرمان یاد رکھنا کہ اذکروا اللہ حتی یقولوا مجنون اس بات کا فکر نہ کرنا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ لوگوں نے تو صحابہ کرامؓ کے متعلق کہا تھا۔ انؤمن کما آمن السفہاء۔ ہمیشہ اللہ سے استقامت طلب کرنا۔ کشف و کرامات کوئی مقصودی چیز نہیں۔ استقامت ضروری ہے۔ دنیا فانی کے لئے حیات جاودانی کو نہ بھلا دینا۔ آجکل ایمان اور عقل معاشی ہے۔ اسلامی نہیں۔

۱۹۶۵ء میں چند خطوط کے جواب میں فرمایا۔

(۱) کوشش کریں کہ کتاب و سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا شوق جذبہ اور اہمیت پیدا ہو۔ قرآن حکیم کو سمجھنے کی کوشش کیا کریں۔ استاد میسر نہ آئے تو خود ترجمہ دیکھتے رہیں۔ تلاوت باقاعدگی سے کریں۔ باوضو قرآن حکیم کی زیارت کرنا بھی عبادت ہے۔ النظر الی القرآن عبادۃ

(۲) حافظ دین علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے۔ کہ شکار وہ مباح ہے۔ جو انسان کا ذریعہ معاش ہو۔ آجکل کا شکار تو بالعموم افساد فی الارض میں داخل ہے۔ اور حرام جانور جو موذی نہیں ہیں۔ ان کا شکار کرنا محض تماشا اور شوق کے لئے تو حرام ہے جانوروں کو پنجروں میں قید رکھنا واجب میں داخل ہے۔ اس خط میں عام ذہنی سطح سے اونچی کچھ باتیں لکھیں۔ اور تاکید فرمائی۔ کہ چکوال کے دو آدمیوں کے بغیر کسی کو نہ بتانا۔

(۳) ایک بات یاد رکھنا وہ یہ کہ اتباع سنت خیر الانام کا خاص اہتمام کرنا باہم اتفاق سے رہنا خلق عظیم سے کام لینا۔

(۴) شاہ صاحب! علوم باطنی تو آپ کے گھر کی دولت ہے۔ اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ سنت رسولؐ کی اتباع خود کرنا اور دوں سے کرانا یہ آپ لوگوں کی میراث ہے۔ حضور اکرمؐ سے روحانی تعلق پیدا کرو اسے بڑھاؤ۔ بارگاہ نبوت تک پہنچ کر جو آدمی رجعت کرتا ہے۔ وہ کتنا بدبخت ہے۔

۱۹۶۶ء کے کچھ مکتوبات کا خلاصہ۔

(۱) آپکی تکلیف کی خبر پڑھ کر صدمہ ہوا۔ آپ ۷۸۶ بار بسم اللہ الرحیم باوضو ایک دفعہ روزانہ پڑھا کریں دل میں دفع شر دشمن کا خیال رکھ کے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ محفوظ رہیں گے۔

(۲) سالک ایک شیر خوار بچہ ہوتا ہے جو عالم غیب سے پیدا ہو کر عالم شہادت میں آیا ہے۔ اسکی غذا بھی عالم غیب کے دودھ کے سوا کوئی نہیں۔ وہ دودھ بھی ماں کے سینے سے آتا ہے گائے بھینس کا دودھ اسے موافق نہیں۔ سالک کے دل کی زمین میں معرفت کا بیج جو شیخ نے بویا ہے۔ وہ بھی عالم غیب سے آیا ہے۔

بقیہ ص ۴۷ پر

شب جائیکہ مَن بودم

سفر حرمین شریفین کے تاثرات

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان دار العرفان

روانگی سے کچھ پہلے

۲ فروری ۱۹۸۷ء

یوں تو جنوری ۱۹۸۷ء بہت ہی مصروف گذرا۔ اپنے ہمیشہ کی طرح کے پروگراموں کے علاوہ صقارہ اکیڈمی کی افتتاحی تقریبات اور ان کی تیاری نے کافی وقت لیا اور محنت بھی بہت کرنا پڑی اگرچہ کام تو سب احباب نے ہی کیا اور انہی کو کرنا تھا۔ مگر میں بھی اپنے آپ کو مصروف ہی سمجھا گیا۔ خصوصاً جب صدر مملکت نے یہ طے فرما دیا کہ وہ ۱۹ جنوری کو افتتاح کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ تو غالباً یہ جنوری کی ۴ تاریخ تھی اور ابھی تو زمین پر بہت کام باقی تھا اس کے ساتھ مختلف ادارے اور ایجنسیاں جن کے افسران وقتاً فوقتاً آنے شروع ہو گئے۔ ہر شخص کو اپنی ذمہ داری کا فکر تھا۔ احباب نے بھی ۱۴ تا ۱۶ جنوری اجتماع رکھا ہوا تھا جس میں حاضری امید سے کم ہی رہی جسکی ظاہری وجہ تو یہ تھی کہ یہ جنوری ۸۷ء ہی میں دوسرا سہ روزہ اجتماع تھا اور بہت کم وقفے سے منعقد ہو رہا تھا۔ اس لئے زیادہ لوگ وقت نہ نکال سکے اور اصل بات یہ ہے کہ جو کام محض اللہ کی رضا کے لئے کئے جاتے ہیں ان کے کرنے کی توفیق اور سعادت وہ خود ہی عطا فرماتا ہے اب یہ اس کی مرضی کہ کس کو کتنا وقت لگانے کی توفیق بخشی۔ ظاہر ہے ہر کوئی اتنا ہی وقت لگائے گا۔ کرنل مطلوب حسین صاحب نے رات دن کھڑے رہ کر احباب کو مستریوں اور مزدوروں کو بھی اس قدر مصروف رکھا کہ مہینوں کا کام دنوں میں ہوا اور یوں ۱۹ جنوری کو ہم اس قابل ہوئے کہ ادارے کا افتتاح جناب صدر مملکت سے کرا سکیں۔ اور یہ ان چند

احباب کی کرامت شمار ہوگی جنہوں نے متذکرہ چند ایام میں وہ پوری عمارت جو ہماری فرم کے دفتر سٹور اور ادارہ کے لنگر کے لئے زیرِ استعمال تھی۔ جس میں پانچ بڑے اور دو چھوٹے کمرے تھے بنیادوں سمیت نہ صرف اکھیڑ دی بلکہ سارا اینٹ روڑا وہاں سے اٹھا کر صقارہ اکیڈمی کی مجوزہ عمارت کی بنیادوں میں بھر دیا اور پلینتھ لیول تک عمارت کی بنیاد استوار کر کے سنگ بنیاد رکھے جانے کے قابل بنا دیا اور اس کے ساتھ مجوزہ نقشے کے مطابق لنگر خانہ اور سٹور وغیرہ کی تعمیر بھی کر دی۔ سبحان اللہ یہ سب اللہ کریم کی دین ہے جو احباب کے اخلاص پر عطا ہوتی رہتی ہے۔ قسمت کی بات یوں نظر آتی ہے کہ ایک پرانے اور بڑے بزرگ ساتھی کرنل صاحب کے ساتھ لاہور سے تشریف لائے اور رات دیر سے پہنچے تو علی الصبح گھر اپنے کام کے لئے تشریف لے جا چکے تھے۔ پھر ان کی زیارت ۱۸ جنوری پچھلے پہر نصیب ہوئی فرمانے لگے میرے لائق کوئی خدمت؟ عرض کیا ماحضر تناول فرمائیے۔ اور آرام کیجئے۔ صبح صدر مملکت تشریف لا رہے ہیں آپ بھی شمولیت اختیار فرمائیے۔ یہ میں خدانخواستہ ان کو بد دل کرنے کے لئے نہیں لکھ رہا بلکہ مراد صرف یاد دلانا ہے۔ کہ اللہ کریم چاہتا انہیں دارالعرفان میں وقت لگانے کی ہمت ارزاں کر دیتا مگر باوجود ان کی بزرگی اور نیک طبیعت کے پتہ نہیں کیوں انہیں دوسری مصروفیات میں الجھا دیا۔ میں تو سب احباب کے حق میں دعا ہی کیا کرتا ہوں کہ اللہ احباب کی دنیا کو بھی دین بنا دے اور ہم سب کی لغزشوں اور کمزوریوں کو معاف فرما کر ہمیں توفیق عمل عطا کرے لیکن ایک اصول عرض کرنے کی جسارت ضرور کرونگا اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی بھی شخص ذاتی مصروفیات کو دینی امور پر اوّلیّت دینا شروع کر دے تو اس کے دنیاوی امور الجھ جاتے ہیں اور مصروفیات بڑھ جاتی ہیں یا آپ کہہ لیں بڑھا دی جاتی ہیں اور اگر وہی شخص اولیت یا اہمیت دینی یا بطور خاص سلسلہ عالیہ کی ترویج کے امور کو دے تو دنیاوی کام بحمد اللہ سلجھتے اور سمٹتے چلے جاتے ہیں۔ ہم سب کو اس اصول کے پیش نظر اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے۔ اللہ کریم اس کی توفیق ارزاں فرمائیں۔ آمین۔

بہر حال ۱۹ جنوری کو صدر مملکت دارالعرفان میں تشریف لائے اور یہ اللہ کریم کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہماری کمزور آواز کو ان تک اور ان کے طفیل پورے ملک تک بلکہ پوری دنیا تک پہنچا دیا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء یہ ایک بہت خوش آئند افتتاح اور بہت مبارک

جلسہ تھا جس میں بندہ نے بھی حسب توفیق عرض کیا مگر صدر صاحب نے بھی دینی اعتبار سے بھی سیاسی اعتبار سے بھی اور ملک کا صدر ہونیکے ناطے سے بھی اپنا حق ادا کر دیا اور بہت اعلیٰ تقریریں فرمائیں۔ تقریریں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بعد میں باہر جمع ہو جانے والی پبلک کو بھی خطاب فرمایا۔ اور لوگوں کی ذاتی تکالیف بھی سنیں اور علاقائی اور ضلعی امور میں بھی بہت سی نوازشات سے سرفراز فرمایا۔ اللہ کریم انہیں اس کی جزائے خیر دے اور دین حق کی مزید خدمت کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین۔

اس کے بعد آپ جانتے ہیں کہ جتنا اہتمام ایسے اجتماعات کے انعقاد کے لئے ہوتا ہے اس سے زیادہ محنت بعد میں سامان کو سنبھالنے اور واپس پہنچانے میں کرنا پڑتی ہے مگر اللہ کا شکر ہے کہ احباب نے پوری تندہی کے ساتھ اور ایک آدھ دن میں ہر چیز واپس اپنی جگہ پر پہنچا دی۔ ۲۴ فروری ۸۷ء کو بندہ نے ۶۵ چک سرگودہا کے قریب وقت دیا ہوا تھا۔ دوپہر وہاں پہنچا اور ظہر سے عصر تک بیان کیا بھئی لطف آ گیا۔ **سبحان اللہ** کیا محفل تھی۔ وہاں جب بھی جانا ہوا سال بھر اس محفل کی یاد تازہ رہتی ہے ایک ادیب اور شاعر بلکہ خوبصورت شاعر دوست نے ایک جملہ لکھا تھا میرے خطوط کے بارے کہ "تمہارا خط یوں دل میں ہلچل مچا تا ہے۔ جیسے ندی میں کوئی پتھر گرے تو طلاطم پیدا کرتا ہے اور ابھی لہریں اٹھ رہی ہوتی ہیں کہ دوسرا پتھر گرتا ہے اور نئے دائرے بننا شروع ہو جاتے ہیں یعنی دوسرا خط آ جاتا ہے" بالکل ایسا ہی حال ان ۶۵ چک کی مجالس کا ہے اور یہی صورت میرے نہاں خانہ دل میں شکل پذیر ہوتی ہے۔ بلکہ اس بار تو میں نے اس بات کو خصوصاً نوٹ کیا اور توجہ کی تو پتہ چلا کہ ایک زمانے میں ایک عرصہ تک اللہ کا ایک ایسا بندہ یہاں امامت کرتا رہا جو کثرت سے ذکر کیا کرتا تھا سو اللہ کے نام کی تپش ابھی تک یہاں موجود ہے۔ تو میں سمجھا کہ دار العرفان کی قوت کا راز بھی یہی ہے کہ جو بھی عمارت میں داخل ہوتا ہے۔ فوراً اس کا دل نرم پڑ جاتا ہے۔ اور وہاں مانوس ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ صدر صاحب بھی وہاں بالکل جماعت کے ایک ساتھی ہی نظر آتے تھے۔ اور کیوں نہ ہو یہ پتھر تو تصوف و سلوک کے اس لعل جلیل کے نصب کردہ ہیں جو دنیائے تصوف میں ایک منفرد مقام کا حامل تھا۔ اور جس پر اللہ کی خاص رحمتیں تھیں اسے محض میری عقیدت نہ سمجھا جائے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عہد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ خصوصیت تھی کہ مرد و زن عالم و جاہل امیر غریب جو مجلس عالی میں پہنچا صحابی بن گیا۔ اور یہ نعمت تبع تابعین تک کو نصیب ہوئی یعنی صحابی

کی مجلس میں پہنچا تابعی بنا تابعی کا ہم نشین تبع تابعی بن گیا۔ مگر اس کے بعد سب نہیں ہاں چند عالی ہمت لوگ ولی اللہ کہلائے ورنہ اکثریت صرف دعائیں حاصل کرنے میں ہی کامیاب ہوسکی پوری تاریخ اسلام میں خیر القرون کے بعد یہ شرف ہمارے محبوب شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے حصے میں آیا کہ جو بھی ان کے پاس پہنچا کم از کم لطائف ضرور روشن کر کے اٹھا اور ہزاروں مرد اور سینکڑوں خواتین کو بارگاہِ نبوی تک حضوری کا شرف حاصل ہوا۔ اور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جو مجلس میں پہنچا ولی بن کے اٹھا اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک ھم قوم لا یشقی جلیسھم اور کمال قال" کی تفسیر آنکھوں میں پھر گئی۔

واقعی ذکر الٰہی کی تاثرات عجیب ہیں۔ گھروں میں دوکانوں پر۔ بازاروں میں کھیتوں اور کھلیانوں میں فوج میں دربار دں میں اور جنگ کے میدانوں غرض کہ ہر جگہ اللہ کا ذکر ہونا چاہیئے جہاں مومن کا وجود ہو وہاں ذکر الٰہی ضرور ہو یہی وہ نعمت گم گشتہ ہے جسے کھو کر مسلمان خوار ہو رہا ہے۔ اللہ کریم سب کو توفیق ارزاں فرمائیں۔

ہاں تو جناب بندہ رات ۹ بجے واپس گھر پہنچا اور دوسرے روز یعنی ۲۵ جنوری کو گوجرانوالہ کے لئے پا بہ رکاب تھا۔ اللہ کریم نے نئی گاڑی دی ہے۔ یہ بھی اسکا بہت ہی بڑا احسان ہے۔ سو ہم دوپہر روانہ ہو کر پہاڑ سے اترے اور درمیان سے ایک راستہ اختیار کیا للہ، منڈی بہاؤالدین، علی پور، اور گوجرانوالہ غرض عصر وہاں پہنچ کر پڑھی۔ احباب بہت زیادہ تعداد میں جمع تھے وہاں دراصل میں نجی کام کے لئے گیا تھا مگر ہوا یہ کہ احباب نے گھیر لیا اور وہ کام درمیان میں ہی رہ گیا اب واپسی پر دیکھیں گے انشاء اللہ اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ دوست بھی خوش نہ رہ سکے ناراض ہی ہوئے ہونگے کہ یہ شکوہ تو سنائی دے رہا تھا کہ آپ بہت تھوڑا وقت لیکر آتے ہیں۔ ناراض تو خیر کیا ہوں گے کہ یہ تو ان کے بس میں نہیں ہاں رسماً کچھ لگتا یونہی تھا تشنگی تو میری بھی نہ صرف باقی رہی بلکہ بڑھ ہی گئی لیکن اسکے باوجود اللہ کریم کا شکر ہے۔ جس نے چند لمحے کی ملاقات نصیب فرمائی۔ دوسرے روز علی الصبح واپس روانہ ہوا لک صاحب کے ہاں گجرات رکا۔ اور پھر چکوال آکر ٹھہرا اور ظہر کے وقت گھر پہنچ گیا دو ہی تو دن تھے ایک قبلہ والد گرامی کی ملاقات کے لئے صرف ہوا اور دوسرے میں مرشد آباد شیخ المکرم رح کی خدمت میں حاضری کا شرف ملا اور یوں ۳۰ جنوری کا جمعہ پنڈی آکر پڑھا۔ اور ۷ بجے شام روانہ ہو کر

رات ۹ بجے کراچی تھا۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ احباب پنڈی میں جہاز تک چھوڑ کر گئے اور کراچی جہاز پہ لینے والے پہنچ گئے۔ سو رات آرام کیا اور ۳۱ جنوری کو فاران کلب کراچی کو ایڈریس تھا۔ انہوں نے ہوٹل جیسس [illegible] میں دوپہر کا کھانا اور عصر تک مجلس کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ مزیدار بیان ہوا۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ نبوت بنی آدم کی ضرورت ہے اور ابن آدم دامن نبوتؐ سے عقیدۃً بھی اور عملاً بھی وابستہ ہو کر ہی انسان بن سکتا ہے ورنہ اوصاف انسانی سے محروم رہتا ہے، دوسرے ہم اس بات کے مکلف ہیں۔ کہ اس نعمت کو عام کریں مگر لوگوں کو قبول کرنے پر آمادہ کریں ان پہ مسلط کرنے کی کوشش نہ کریں کہ جو قبول نہ کرے اللہ کریم خود اس کا محاسبہ فرمادیں گے ہمیں لٹھ چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور تیسرے یہ کہ کسی سے زیادتی کی نہ جائے مگر آدمی کو اس قابل ضرور ہونا چاہیئے کہ کوئی آسانی سے اس کے ساتھ بھی ظلم و زیادتی نہ کر سکے یعنی نہ ظلم کریں اور نہ ظالموں کے مقابلے سے پیچھے ہٹیں۔

عصر واپس آ کر پڑھی مغرب تک کا وقت عزیزوں سے ملاقات کی نذر ہوا۔ ابوظہبی کو روانگی علی الصبح جہاز میں بیٹھے جس نے ابوظہبی کے وقت کے مطابق ½ ۹ بجے دن یہاں پہنچا دیا۔ الحمد للہ یہاں احباب موجود تھے اور متعدد گاڑیاں تھیں۔ آرام سے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ ملاقاتیں ہوئیں نئے دوستوں نے بیعت کی اور شام کا ذکر ہوا جو بات یہاں قابل ذکر ہے۔ وہ یہ کہ ایک ساتھی موو (Movie) کیمرہ لے آئے اور کہا کہ آپ کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت اور نماز معنوں کے ساتھ اس انداز میں ریکارڈ کرا دیں کہ مستورات اور بچے گھروں میں کیسٹ چلا کر ٹیلی وژن پر سیکھ سکیں اور ہم نے یہ ریکارڈ کرا دی میرے خیال میں وی، سی، آر، کا یہ ایک بہترین مصرف ہے۔ اور واپسی پہ کوشش کرونگا کہ ایک ایسی کیسٹ تیار کی جائے جس میں کم از کم ضروریات دین کا مختصر ذکر آ جائے۔ کہ لوگ گھر بیٹھے اس سے استفادہ کر سکیں۔ وَمَا توفیقی الا باللہ۔

یہاں ہم جس عمارت کی تیسری منزل پر ٹھہرے ہوئے ہیں اس کے سامنے بڑی سڑک کا چوک ہے۔ جسے دوسری سڑک کاٹ رہی ہے۔ اور دونوں سڑکوں کے دونوں جانب خوبصورت سر بفلک عمارتیں استادہ ہیں۔ سڑکیں دو رویہ ہیں بڑی سڑک کی ایک رو میں چھ گاڑیاں بیک وقت برابر چل سکتی ہیں اور دوسری کی ایک رو میں تین اور جس قدر سڑکیں فراخ ہیں اسی کثرت سے رنگ برنگی خوبصورت

اور شفاف گاڑیاں دوڑتی پھر رہی ہیں۔ میرے کمرے سے یہ سارا منظر سامنے ہے۔ حیرت ہوتی ہے کوئی بے قاعدگی ہے۔ نہ جھگڑا ہر کوئی اپنی باری پر اور اپنے راستے پہ جا رہا ہے۔ تھوڑی دور سامنے دوہرا چوک ہے ذرا اشارہ بند ہو تو بھیڑ جمع ہوتی ہے۔ مگر دوسری سڑک پہ سیلاب سا بند نکلتا ہے اور جب اشارہ کھلتا ہے تو فوراً اس طرف کی موٹریں گذر جاتی ہیں اور حد ہے کہ کسی موٹر کو ہارن دیکر راستہ نہیں مانگنا پڑتا ہے نہ کسی پہ لکھا ہے "ہارن دو راستہ لو" سڑک ہو یا بازار کسی جگہ کوئی بے حیائی نظر آتی ہے نہ بے قاعدگی ہر کوئی اپنے کام سے کام رکھتا ہے ہماری اس بلڈنگ کے اطراف میں یہاں کے مشہور سینما ہیں۔ مگر کوئی پتہ نہیں چلتا نہ کوئی بھیڑ ہے نہ فلمی مناظر نہ فقرہ بازی اور نہ چھینا جھپٹی۔ ہمارے ہاں تو فلم خواہ اچھی بھی ہو سینما گھر کے باہر ضرور خرافات ہوتی ہے۔ مگر یہاں ایسا ہرگز نہیں صاف ستھری سڑکیں اور صاف ستھرے لوگ۔ ہر موڑ پہ خوبصورت مساجد ہیں جو وقتِ نماز بھر جاتی ہیں۔ صاف ستھری اور خوبصورت اذان ہوتی ہے۔ بغیر کسی طعن و تشنیع کے۔ نماز ہوتی ہے بغیر کسی جھگڑے کے اور شاید یہ اس لئے ہے کہ یہاں قانون کا احترام ہے بلکہ خود قانون کو اپنا احترام عزیز ہے۔ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا کسی کو قانون توڑنے کی جراءت نہیں ہوتی۔

اب یہاں گیارہ بج رہے ہیں تھوڑی دیر بعد شارجہ جانا ہے سو باقی پھر انشاء اللہ

۴ فروری ۱۹۸۷ئہ:۔ ظہر کے بعد یہاں سے شارجہ کے لئے روانہ ہوئے تین گاڑیاں تھیں۔ پجارو نسان پیٹرول۔ اور ایک کار کوئی اٹھارہ کے قریب ساتھی تھے۔ عصر شارجہ پہنچ کر پڑھی احباب نے علاؤالدین صاحب کے ہاں اہتمام کر رکھا تھا۔ بہت سے ساتھی جمع ہو گئے مغرب کے بعد ذکر اور پھر بیان ہوا الحمد للہ بہت مبارک محفل رہی۔ خلاصہ کلام یہ تھا کہ سلاسل تصوف برکاتِ نبوی کے امین ہیں۔ اور ان ہی کے طفیل اصلاح باطن اور اصلاح قلب نصیب ہوتی ہے ہاں اگر نقل ہو تو گمراہی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اور یہی پہچان بھی ہے کہ اگر نیکی کی طرف شروع ہو جائے تو سمجھو کہ فائدہ مل رہا ہے اور اگر نیکی چھوٹ رہی ہو۔ تو پھر یہ عمل یہ راستہ درست نہیں ہے۔ رات وہیں قیام رہا۔ شارجہ ایک الگ ریاست ہے اور ریاستی وفاق میں شریک ہے۔ یہاں بھی وہی فضا اور ویسا ہی ماحول ہے۔ صاف ستھری سڑکیں۔ پُر امن ماحول اور صاف ستھرے لوگ کسی کو کسی سے کوئی خطرہ نہیں بلکہ یہاں شارجہ اور دبئی میں مختلف شاہراہوں پہ حد رفتار مقرر ہے۔ بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ اور کیا مجال جو کوئی اس حد

کو توڑنے چیکنگ کا نظام ایسا ہے کہ پولیس جہاں چاہے راڈر نصب کر لیتی ہے۔ جوان کی گاڑیوں میں موجود ہوتے ہیں۔ بس جیسے ہی کسی گاڑی نے حد توڑی وہ وائرلیس پر قریبی پولیس کو اطلاع کر دیتے ہیں جب کہ کار سڑک پہ ہی پھر رہی ہوتی ہے۔ فوراً چلان کر دیتے ہیں۔ اور بغیر جرمانہ کئے کسی کو نہیں چھوڑتے نہ کسی کی سفارش چلتی اور نہ رعب اس لئے سب لوگ قانون کا بہت احترام کرتے ہیں۔ صبح بہت دھند تھی۔ سو ہم ذرا دیر سے روانہ ہوئے اس بار شہر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا پہلے سے دیکھا ہوا بھی ہے اور جانے کی فرصت بھی نہ ملی۔ اصل مقصد دین کا کام کرنا ہے۔ سیر کرنا مقصود نہیں۔ ہاں یہ جانتا ہوں کہ یہاں کی مارکیٹ تمام وفاقی ریاستوں میں سب سے خوبصورت مارکیٹ ہے۔ اپنے طرز تعمیر کے لحاظ سے بھی منفرد ہے۔ دور سے بالکل یوں نظر آتا ہے۔ جیسے پرانے زمانے کے ریلوے انجن اکٹھے کھڑے ہوں۔ دو منزلہ ہے۔ برقی سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں خوبصورت دوکانیں دنیا بھر کی اشیا سے بھری ہوئی ہیں۔ بہت خوبصورت پارک ہیں کنارِ سمندر کے نظارے بچوں اور بڑوں کی تفریح کے سامان ایک خوبصورت سی مسجد اور رات گئے تک گہما گہمی۔

ہم شارجہ سے نکل کر دوبئی روانہ ہوئے جب شارجہ شہر کی حد ختم ہوتی ہے تو شارجہ حکومت کی حد بھی ختم اور وہاں سے نہ صرف دوبئی حکومت شروع ہو جاتی ہے۔ بلکہ دوبئی شہر بھی جو خود بہت بڑا شہر ہے۔ سڑکیں کشادہ بھی ہیں اور جہاں پہلے چوک اور راؤنڈا باوٹ قسم کی چیزیں تھیں وہاں اب معلق پل بنا کر ادھر کی گاڑی کو ادھر گذار دیا گیا ہے۔ ابوظہبی شارجہ دبئی ہر طرف یہاں ابوظہبی میں زیادہ پل بلکہ سارے پل اوپر بنائے گئے ہیں۔ اور بڑا لطف آتا ہے۔ کوئی اوپر سے گذر رہا کوئی نیچے سے گاڑی بھگائے جا رہا ہے اور چھ چھ آٹھ آٹھ راستے نکلتے ہیں مگر کوئی کسی سے متصادم نہیں سب آزادی سے جا رہے ہیں شارجہ اور دبئی میں زیادہ سڑکیں نیچے سے گذاری گئی ہیں اور زیر زمین سرنگ لگا کر سڑک کے نیچے سے سڑک گذار دی گئی ہے۔ فراخ صاف ستھری اور بجلی سے روشن سرنگ کا اپنا ایک حسن ہے بلکہ دوبئی میں ایک سرنگ تو سمندر کے نیچے سے گذرتی ہے۔ اوپر پانی ہے جہاز پھر رہے ہیں اور نیچے سے آپ کار بھگائے جا رہے ہیں۔ یہی سڑک جب دوسری طرف سے آتی ہے تو سمندر کے اوپر سے گذرتی ہے اور اتنا اونچا پل ہے کہ نیچے سے جہاز گذر سکتا ہے۔ بہت ہی حسین نظارہ ہے ہم انعام ربانی صاحب کے فلیٹ پر ٹھہرے میں نے دن کو کئی بار کھڑکی میں کھڑے ہو کر دیکھا متعدد سڑکیں

ایک دوسری کو کاٹتی ہوئی گذرتی ہیں اور چھوٹی سڑکیں ہیں۔ تو ان میں چوک کا سگنل نہیں ہے۔ مگر ہر گاڑی چوک کے پاس رکتی ہے اور سامنے والی گاڑی کے گذرنے کا انتظار کرتی ہے اور کوئی دوسری گاڑی غلطی سے بھی آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتی بات وہی ہے۔ کہ یہاں قانون کا احترام ہے اور ہر آدمی بڑے آرام سے رہتا ہے۔ کسی کو کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہندو سکھ عیسائی لامذہب اور مسلمان سب اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ حد ہے۔ کہ کوئی خطرہ نہیں سکھ بھی غلط ڈرائیونگ نہیں کرتا۔ کوئی کسی کا دروازہ تک کھٹکھٹانے کی جرأت نہیں کرتا۔ کوئی کسی کو رنگ دے کر یا فون کر کے تنگ نہیں کرتا۔ اسکی وجہ ہے کہ ان تمام باتوں پر بہت سخت گرفت ہوتی ہے۔ رات کو ایک بہت بڑی مسجد میں بیان تھا مسجد الذرعونی بہت ہی خوبصورت بلند و بالا اور وسیع مسجد بہت ہی خوب صورت قالین بچھے ہوئے اور خوبصورت فانوسوں سے سجی ہوئی عشا کی نماز پڑھی قاری صاحب مالابار کے رہنے والے ہیں خوبصورت قرات اور پرسکون نماز کے بعد بندہ نے گھنٹہ بھر بات کی ۔ برکاتِ نبوت اور آپ کی لائی ہوئی تبدیلیاں اور زندگی کو بخشے ہوئے حسین موڑ اس کے ساتھ ذکر کی اہمیت، فضیلت اور عدم ذکر کا نقصان یہ تھیں وہ باتیں جو ہم نے تقریباً ایک گھنٹے میں سنی اور سنائیں۔ فارغ ہو کر قیام گاہ پر گئے کھانا کھایا اور ۱۱ بجے رات ابوظبی کے لئے روانہ ہوئے پروگرام اسی طرح تھا مگر دو روز سے یہاں دھند زیادہ ہے۔ آدمی تیز نہیں چل سکتا رات کی تاریکی اور دھند راستے میں جگہ جگہ پولیس کی گاڑیاں کھڑی تھیں جو صرف دھند کی وجہ سے ڈیوٹی پر تھے کہ کوئی تیز نہ چلے بغیر دونوں اشارے جلائے نہ چلے غلط اوورٹیکنگ نہ کرے۔ نیز بڑی گاڑیوں یعنی ٹریلر وغیرہ کو انہوں روک دیا ہوا تھا۔ اور لطف یہ ہے کہ رکنے کے لئے جگہ جگہ سڑک کے کنارے پارکنگ بنی ہوئی ہے۔ سڑک میں کوئی گاڑی کھڑی نہیں ہو سکتی سب گاڑیوں کو ہدایات تو دے رہے تھے۔ مگر کسی سے بھی کوئی پیسہ وصول نہیں کر رہے تھے۔ ہمارے لئے تو یہ بھی بہت ہی عجیب بات تھی۔ مگر اس سے بھی شہرت کے مالک نہ تھے بلکہ وہاں سے بھاگے ہوئے ہی تھے۔ مگر یہاں آکر اگرچہ سکھ رہے تو سکھ ہی مسلمان تو نہ ہو سکے مگر یہاں رہتے بالکل انسان کی طرح ہیں کیا مجال جو کوئی قانون توڑنے کی جرأت کرے اور اللہ کرے ہمارے ملک میں بھی یہ طریق کار ہمیں نصیب ہو جائے۔

یہاں فورس کم ہے۔ مگر قانون بہت مضبوط ہمارے ہاں فورس بہت زیادہ ہے مگر قانون بس یتیم

سا ہی ہے کسی نے مان لیا تو ٹھیک نہ مانا تو اللہ کی مرضی۔

۵ فروری ۱۹۸۷ء کل کا دن تو بس آرام ہی کرتے گذرا یا تھوڑا سا لکھا اور بس ہاں مغرب کے بعد تھوڑا سا ذکر کیا اور پھر عشا کی نماز جبنیا فور کی مسجد مہاجرین میں جاکر پڑھی یہاں سے تقریباً پچاس منٹ کا راستہ موٹر کا ہے ایک نئی آبادی ہے یہاں سے العین جاتے ہوئے راستے میں یہ پہلی آبادی ہے آج کا بیان پروگرام کے مطابق اسی مسجد میں تھا۔ آبادی کچے مکانوں پر مشتمل ہے لکڑی اور ٹین وغیرہ کے سڑک اندر جانے والی کچی ہے مگر بازار وہاں بھی اشیاء سے اٹا پڑا ہے۔ اور دنیا کی ہر چیز دستیاب ہے ہر قسم کی کار پھرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ مسجد کافی وسیع ہے۔ نماز کے وقت بھر گئی تھی۔ پاکستانی بھی بہت ہیں خصوصاً افغان زیادہ ہیں۔ عشا کے بعد بیان ہوا موضوع بھی تھا کہ ذکر الٰہی کی ضرورت و اہمیت اور ہماری عدم توجہی بحمداللہ لوگوں نے بہت سکون سے سنا اور اثر پذیر بھی ہوئے کہ فوراً دوسرے سب پروگراموں کا پوچھ رہے تھے واپس پہنچتے پہنچتے گیارہ بج ہی گئے۔

آج صبح ایک عزیز نے فلائنگ کلب سے چھوٹا جہاز چارٹرڈ کیا ہوا تھا۔ وہاں چلے گئے اور جہاز میں بیٹھ کر ابوظبی کو دیکھا کچھ دور سمندر پر گئے پھر شہر پہ چکر لگا کر دیکھتے رہے۔ فضا سے سمندری جہازوں کو دیکھا۔ ہوائی جہازوں کو اترتے اور لینڈ کرتے دیکھا غرض بہت خوبصورت نظارے تھے شہر کی سر بفلک عمارتیں کشادہ سڑکیں اور ان پہ گاڑیوں کی بھیڑ دور دور تک پھیلے ہوئے صحرا کی وسعتیں اور ریت کے بیکراں سمندر جو اپنے اندر خزانے لئے ہوئے ہیں۔ سواس طرح ظہر کے قریب واپس آئے۔ ۶ فروری مغرب کا ذکر کرنے کے بعد مرکز پاکستان چلے گئے۔ اہل پاکستان نے مل بیٹھنے کے لئے بہت شاندار جگہ بنائی ہے۔ کھیلوں کے کورٹس ہیں۔ ایک خوبصورت مسجد ہے۔ ایک بہت بڑا ہال مختلف پارٹیوں کے انعقاد کے لئے اور ایک ہال۔۔۔ تقاریر کے لئے ہے۔ عمارت خوبصورت آرائش قیمتی اور فرنیچر بہت عمدہ ہے۔ بہت اچھا سٹیج لائٹس اور ریکارڈنگ سسٹم ہے۔ خواتین کے لئے اوپر گیلری بنی ہوئی جس کے سامنے پردہ لگا دیا جاتا ہے۔ وہاں جانا تھی۔ پھر عشا پڑھی اور اس کے بعد بیان ہوا الحمد للہ گھنٹہ بھر کا بیان لوگوں نے بہت غور سے اور بڑے انہماک سے سنا موضوع تھا کہ نبوتؐ و رسالتؐ انسانیت کی ضرورت ہے۔ اور مسلمان نبوتؐ سے جو نور حاصل کرتا ہے ضروری ہے کہ اسے اللہ کی دوسری مخلوق تک پہنچائے بشرطیکہ حاصل بھی کیا ہو ورنہ خدا کا مجرم تو ہو گا ہی انسانوں کا ادھار بھی اس کی گردن پہ رہیگا۔ آج جمعتہ المبارک سے مختصر سا بیان مسجد میں اور ازاں بعد

کل کی طرح پھر شیخ زاید پاکستانی ثقافتی مرکز میں اسی تقریر کا دوسرا حصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرونگا انشاء اللہ جس کا موضوع ہوگا کہ نبوت سے حصول فیض کس طرح کیا جا سکتا ہے اس کا طریقہ اور فوائد کیا ہیں اور عدم توجہی کا نقصان کیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

جمعہ مسجد افغان میں ادا کیا بندہ نے ہی بیان کیا جو بہت پسند کیا گیا بھئی اپنا کیا تھا اللہ کریم اور نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں تھیں ظاہر ہے مسلمان پسند ہی کریں گے رات ثقافتی مرکز میں دوسرا بیان ہوا جو بہت عمدہ رہا اور اللہ کریم کا شکر ہے کہ اس نے میری ناتواں آواز کو بہت دور دور تک پہنچایا آج بھی بہت بڑا اجتماع تھا اور ہر مکتب فکر کے لوگ جمع تھے۔ بڑا ہی لطف رہا۔ یہ باتیں اگرچہ ۱۱ فروری کو لکھ رہا ہوں مگر ۶ فروری کی ہیں۔ کہ پھر وہاں لکھنے کا موقع نہ ملا اور کل تو یہاں بھی کچھ نہ لکھ سکا۔ ۷ فروری کو صبح العین گئے دو کاریں تھیں خیال تھا چڑیا گھر دیکھیں گے۔ دنیا بھر کے جانور اس میں جمع ہیں۔ مگر وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ آج تو چڑیا گھر بند ہے کل کھلا ہوگا۔ سو واپس روانہ ہوگئے۔ تقریباً ۱۸۵ کلومیٹر فاصلہ ہے مگر ابوظہبی سے العین تک دونوں سڑکوں کے اطراف اور درمیان میں پھولوں کی حسین باڑیں ہیں۔ اور سارا راستہ بجلی کے حسین قمقموں سے روشن ہے صحرا کی زمین میں روئیدگی نہیں ہوتی اس لئے ساری مٹی پاکستان سے درآمد کر کے بچھائی گئی ہے۔ اور ایک شہر سے دوسرے شہر تک پانی کی لائین بچھی ہے۔ جس میں سے ربڑ کے چھوٹے چھوٹے پائپ پودے کے تنے تک گئے ہوئے ہیں جن میں سے قطرہ قطرہ پانی رستا رہتا ہے اس کے علاوہ ملازموں کی فوج متقرر ہے جو ہر آن پوری ستعدی سے پودوں کی دیکھ بھال پر لگی ہوئی ہے بڑے بڑے ٹینک الگ پھر رہے ہیں۔ اور جگہ جگہ درختوں کو پانی دے رہے ہیں۔ العین شہر کے باہر بڑے ہی خوبصورت چوک ہیں جن میں حسین مناظر کے ماڈل بنائے گئے ہیں۔ چڑیا گھر کے گیٹ پر پارکنگ میں اس قدر پھول حسن ترتیب اور خوبصورت منظر ہے کہ گمان ہوتا ہے۔ یہی شاہی محل کا دروازہ نہ ہو۔ خیر واپس ہی جانا تھا سو گئے اور رات افغان مسجد میں تقریر کرنا تھی۔ جو میری امارات میں آخری تقریر تھی گھنٹہ بھر بیان ہوا لیکن لوگوں کی سیری نہیں ہوئی بلکہ اصرار کرنے لگے کہ آپ کل کے لئے وقت دیں اور تقریر کم از کم دو گھنٹے ہو۔ بس دل چاہتا ہے سنتے ہی جائیں۔ بھئی پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک رات میں نے فارغ رکھی تھی اور دوسری یہ اب دوبارہ ایک تقریر کے لئے وزارت اوقاف سے منظوری لینا بہت دشوار ہے۔ مگر انہوں نے کہا صاحب آپ وقت دیں منظوری حاصل کرنا ہمارا مسئلہ ہے چلو جی جو اللہ کو منظور ہوگا۔

ہم تو صبح یعنی ۸ فروری کو بھی العین گئے تقریباً ۹ بجے وہاں پہنچے اور ایک بجے تک اندر پھرتے رہے بڑی سڑکیں کھلے اور خوبصورت پارک اور بڑے بڑے جنگلے ہر طرف پھول ہی پھول اور صفائی کا یہ عالم کہ کیا مجال کہیں کوئی تنکا بھی پڑا ہوا نظر آجائے بے شمار جانور پرندے اور مچھلیاں اپنے اپنے جنگلوں اور پارکوں میں بندروں کی سینکڑوں اقسام پرندے ہر قسم کے بڑے بڑے ہاتھی شیروں کے غول سانپوں کی بہت سی نسلیں نیل گائے کے ریوڑ اور ہرن اور اڑیال مارخور اور بے شمار اقسام جو صرف یہاں آکر دیکھی ہیں۔ ۴ گھنٹے مسلسل پھرنے کے باوجود سارا چڑیا گھر نہ دیکھ سکے۔ یہاں خوبصورت سی چھوٹی سی ریل گاڑی بھی ملتی ہے جو سب پارکوں کا چکر لگاتی ہے اور کمال ہے کہ موٹر کے پیچھے ہیں لوہے کی پٹڑی کی ضرورت نہیں مگر ہم نے پیدل پھرنا مناسب سمجھا۔ عصر کے وقت واپس آئے بہت تھکاوٹ ہو گئی تھی رات مسجد مبارک میں حاضری دی اور واقعی ایک لمبی تقریر کی جس میں مسئلہ موت وحیات، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور فیوضات وبرکات نبوت پر بات ہوئی۔ الحمد اللہ احباب کی یہ خواہش بھی اللہ کریم نے پوری کر دی اور یوں ابوظہبی یا امارات میں ہمارا یہ تھوڑا سا وقت بھرپور انداز میں اور تعمیری انداز میں بسر ہوا دوسرے روز ریڈیو الامارات کی اردو سروس والے تشریف لے آئے اور بیس منٹ کے دو انٹرویو انہوں نے لئے۔ ان کا کہنا تھا۔ کہ ان کی اردو سروس کے تقریباً ۳ لاکھ سامعین گلف اسٹیٹس میں ہیں۔ غرض یوں وقت بسر کر کے ۹ کی شام ہم عازم جدہ ہوئے۔ یہ سب اللہ کا احسان اور شیخ المکرم کی عنایات ہیں ورنہ ہم کیا تھے اور ہماری حیثیت کیا تھی یہ فن ہاں بھئی فن ہی کہیں گے ورنہ ہے تو روح دین، جسے لوگ تصوف کے نام سے جانتے ہیں اس کی شان عجیب تر ہے دنیا کے سارے فنون حاصل کرنے کے بعد شاگرد کا استاد۔ رابطہ رہنا ضروری نہیں ہوتا اور رہتا بھی نہیں مگر یہ ایسی دولت ہے کہ اس کا رابطہ ہی سب کچھ ہے۔ شیخ کے ساتھ۔ بارگاہ نبوتؐ میں اور رب العلمین کے ساتھ ہر آن ہر گھڑی نہ صرف رابطہ قائم رہتا ہے۔ بلکہ اس میں روز افزوں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اور طالب کو مسلسل برکات نصیب ہوتی رہتی ہیں۔ غرض حضرت جی کے ساتھ رابطے نے وہ قوت بھر دی باتوں میں کہ ساری رات بھی بولتا رہتا تو کوئی شخص حرکت تک نہ کر سکتا کہ یہ باتیں براہ راست دلوں کو گرفت میں لے لیتی ہیں اور یوں مزید سننے کی خواہش بڑھتی رہتی ہے۔ نیز ان لوگوں کی باتوں کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور کتنے لوگ عملاً ذکر کرتے لگے اس کا اندازہ ابوظہبی کی جماعت دیکھ کر ہوتا ہے لوگ نہ صرف ذکر کرنے لگ جاتے ہیں بلکہ ظاہری شکل سے لے کر عمل تک اور خواہش وآرزو

تک ہر چیز پر اسلامی چھاپ نظر آتی ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء مقامات تصوف بھی کم ہی خوش نصیبوں کو ملتے ہیں اور انعاماتِ تصوف کو دوسری تک پہنچانا یہ تو اتنی بڑی سعادت ہے کہ آج تک ایسے لوگ گنے جاتے ہیں یعنی تمام سلاسل تصوف کے شجرہ ہائے مبارک دستیاب ہیں جن میں ہمیشہ گنتی کے نام ہوتے ہیں اللہ کریم نے مجھ بے نوا پر یہ احسان فرمایا کہ ان لوگوں کی فہرست میں شامل فرما دیا اور نسبت اویسی کا شجرہ اتنے عظیم انسانوں سے متعلق ہے جو چودہ صدیوں میں صرف ۱۰ اگذرے ہیں جن کا گیارہواں اللہ کریم نے اس عاجز کو بنا دیا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مکہ مکرمہ کو روانگی :- ۹ فروری رات ۸ بجے طیارہ ابوظہبی سے روانہ ہوا تو بہت سے ساتھی الوداع کہنے آئے ہوئے تھے ابوظہبی کے ہوائی اڈے کی عمارت بہت شاندار ہے۔ اور ایک پھول کی شکل میں ہی تعمیر کی گئی ہے۔ جسکی دیواروں پر مزید گلکاری نے عجب سماں پیدا کر دیا ہے۔ رات ۱۰:۱۵ پر جہاز جدہ پہنچا راستے میں ریاض میں اترا۔ ریاض کا ہوائی اڈہ بہت وسیع اور دنیا کے چند خوبصورت ترین ہوائی اڈوں میں شمار ہوتا ہے وہاں پر امیگریشن والوں نے سعودیہ میں داخل کیا اور یوں ہم جدہ پہنچے وہاں کسٹم والوں نے چیک کیا باہر آئے تو احباب کاریں لئے منتظر تھے۔ ابوظہبی سے بھی ساتھی ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ سو بعافیت تمام رات ۲ بجے حرم پاک کی حاضری نصیب ہوئی یہاں بھی احباب منتظر تھے۔ کہ مل کر عمرہ کریں گے سو گھنٹہ بھر عمرہ میں صرف ہوا اور یوں ہم تین بجے کے بعد مکان پر پہنچے یہاں حرم پاک کے قریب ہی ساتھیوں نے جگہ لے رکھی ہے تقریباً چھوٹے بڑے ۸ کمرے سٹور اور غسلخانے ایک فلیٹ میں ہیں ہم تیسری منزل پر ہیں۔ اور ساتویں منزل تک بفضل اللہ یعنی اتنے کمروں کی پانچ منزلیں ہماری تحویل میں ہیں کہ احباب پاکستان سے سعودیہ کے جیزان طائف ریاض جدہ، دمام، تبوک وغیرہ کے علاوہ باہر کے ملکوں سے بھی عمرہ کے لئے آ رہے ہیں۔ سو جگہ تو درکار تھی ہی احباب نے بفضل اللہ خوب اہتمام کر لیا ہوا ہے۔ کہ سب مل کر اللہ کریم کی بارگاہ میں حاضری کے متمنی ہیں۔ اور حق بات بھی یہ ہے کہ تصوف انعکاسی طور پر ہی حاصل کیا جاتا ہے۔ اور پھر یہاں کی حضوری کا اپنا ایک خاص انداز رکھتی ہے۔ نہ صرف کشفاً بلکہ حسی طور پر انسان اندازہ کرنے کے قابل ہوتا ہے ہر طواف وسعی میں مشائخ عظام کے ساتھ ایک اژدہام ہوتا ہے جو ان برکات سے خود کو بھی مالا مال کرتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی موجب برکات بنتا ہے اللہ کریم کی شان نرالی ہے۔ جس طرح بیج میں درخت بند ہے انسانی وجود کے اندر ایک اور جہان آباد ہے پھر اس کے اندر مختلف طرز کی کتنی دنیائیں آباد ہیں اندر کی ایک کیفیت کو ڈاکٹر دیکھتا ہے۔

تو دوسرے عالم میں استاد جھانکتا ہے کوئی دنیا صرف والدین کو نظر آتی ہے۔ تو کوئی عالم اولاد کے سامنے ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک جہان ایسا بھی ہوتا ہے جو صرف اور صرف محبت کی آنکھ کو نظر آتا ہے اسی طرح اس دنیا کے اندر بھی بے شمار جہان آباد ہیں۔ ہم صرف ظاہر کو دیکھ پاتے ہیں مگر اندر ہی اندر برزخ بھی ہے جو سطح زمین سے اوپر کو چلتا ہے تو ساتویں آسمان تک جاتا ہے اور علیین کہلاتا ہے۔ نیچے جانا شروع کرتا ہے۔ تو ساتویں زمین تک جاتا ہے اور سجین کہلاتا ہے۔ علیین نیک ارواح کا اور سجین گرفتار عذاب روحوں کا ٹھکانا ہے۔ نیک اور صاحب نجات ارواح میں پھر دو اقسام ہیں ایک وہ لوگ جو صاحب نجات تو ہیں مگر دنیا میں سلوک حاصل نہیں کیا ان کی ارواح اپنے مقام پر ہی رہتی ہیں یہ اور بات ہے کہ ہر شخص کا اپنا اپنا مقام ہے اور بعض حضرات بہت اعلیٰ مقام رکھتے ہیں دوسری وہ خوش قسمت ارواح ہیں جنہوں نے دنیا میں قوت پرواز حاصل کر لی تھی اور کم از کم فنافی اللہ بقا باللہ سے سرفراز ہوئیں وہ برزخ میں جہاں چاہیں جا سکتی ہیں اگرچہ قاعدہ عمومی یہ ہے کہ وہ بھی اپنا مقام کم ہی چھوڑتی ہیں ہاں ان میں یہ پرواز کی قوت مزید مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور بیت اللہ شریف میں تو وہ حضرات بھی تشریف لاتے ہیں۔ جن کے مراقبات صرف سیر کعبہ تک تھے۔ سو یہاں بہت بھیڑ ہوتی ہے اور لطف یہ ہے۔ شہر اور آبادی نظر نہیں آتی پہاڑ اور وادیاں ارواح سے پُر ہوتی ہیں۔ اور مطاف سے لے کر پہاڑوں تک خلق خدا ہوتی ہے اس تجلی کے اور ان جلووں اور نظاروں کے حسن پر واز ہونے کو جس کے بارے فقیر نے اسرار التنزیل میں کسی قدر لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے اور پھر مشائخ عظام کی خصوصی شفقت بارگاہ نبوت کی نگاہ کرم اور اللہ کریم کی عنایات سے عجیب رنگ بن جاتا ہے ایک طوفان نور ہوتا ہے۔ جس میں انسان تنکے کی طرح تھپیڑے کھا رہا ہوتا ہے۔ یوں پہلا عمرہ کیا بھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی کا اور پھر کل کا عمرہ حضرت شیخ المکرم رح رحمتہ اللہ علیہ کے نام کا کیا بحمد اللہ حضرت رح خود بھی روحانی طور پر شامل تھے میں یہ سطور احباب کی امانت سمجھ کر لکھ رہا ہوں۔ مگر کسی صوفی صاحب حال کو بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو ضرور خواہ کسی سلسلہ تصوف سے متعلق ہوں اور جن احباب کو اس بات میں درک ہی نہیں امید ہے کہ وہ فتوے دینے میں ضرور احتیاط فرمائیں گے۔ کہ برزخ دنیا و آخرت کے درمیان میں ہے اور اس کا ایک سرا آخرت سے پیوستہ ہے تو دوسرا دنیا سے ہاں اس میں جھانکنے کے لئے صرف وہ روشنی اور وہ نور چاہیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک میں تقسیم ہوا۔ جس سے صحبت میں آنے والے صحابیؓ نے ان کی مجلس میں بیٹھنے والے

تابعی اور تبع تابعی بنے ان کی مجالس سے انوار حاصل کر کے اللہ کے بندے ولی اللہ کہلائے اور آج تک یہ سلسلہ چل رہا ہے ؎

ہنوز آں ابر رحمت درخشاں است　　خم وخم خانہ با مہر و نشان است ؎

اور انشاء اللہ آئندہ چلتا رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز

حرم پاک اور شہر مبارک کی بات کرنا آسان نہیں بس دیکھتے ہی سے سمجھ آتی ہے کہ یہاں کتنا کام ہو رہا ہے۔ اور حسن دو عالم یہاں کس طرح سے بکھیرا اور لٹایا جا رہا ہے۔ عمارتیں سڑکیں اور خود حرم پاک کی عمارت، بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی کسی بھی دوسری قوم کے پاس اس طرح کا کوئی معبد موجود نہیں اس کا حسن فراخی اور بلندی کا ہر چیز بے مثال ہے۔ سامنے بیٹھ کر آدمی دیکھنا شروع کرے تو عجیب تر کیفیات نظر آتی ہیں۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب کعبۃ اللہ کی عمارت کے گرداگرد بس چھوٹی سی دیوار تھی جو آسانی سے پھلانگی جا سکتی تھی۔ اور وہ بھی صرف چند گز گرداگرد پھیر یہ عمارت بھی شہید کرنا پڑی تب کوہ صفا و مروہ بلند تھیں اور درمیان میں جگہ گہری تھی۔ آب زمزم صفا کے پیروں میں تھا۔ جب بیت اللہ شریف کی تعمیر شروع ہوئی اور حجر اسود رکھنے کا موقع آیا تو جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ سب سردار یہ چاہتے تھے کہ یہ سعادت ان کے حصہ میں آئے پتھر ایک تھا آخر فیصلہ ہوا کہ کل صبح جو پہلے حرم شریف میں آئے گا وہ شخص فیصلہ کرے اور دوسرے دن سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے چادر پر حجر اسود کو رکھا ذرا خیال کر کے دیکھو سب سے ارشاد ہوتا اس کے پلو تھام لو اور پھر ان سے اٹھوا کر جب اپنے مقام پہ آتا ہے تو خود اسکی جگہ پہ لگا دیتے ہیں۔ یہ انہی مبارک ہاتھوں کی برکات تو ہیں کہ آج تک فن تعمیر کا سارا حسن یہیں قربان ہوتا جا رہا ہے کبھی پردہ بدلتا ہے۔ تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلواروں کی جھنکار میں ابھرتے ڈوبتے نظر آتے ہیں۔ بیت اللہ شریف کے جلتے ہوئے پردے ان پر برستے ہوئے پتھر اور آگ کی ہانڈیاں تلواروں کی چمک اور پھر عبداللہ ابن زبیر رضی کی آخری جنگ وہ جس کی پیدائش پر مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے خوشیاں منائی تھیں اس کی شہادت پر بیت اللہ شریف سینہ چاک اور پھٹے ہوئے پردے میں کھڑا ہے کبھی حجاج بن یوسف کی آمد کا پتہ ملتا ہے تو دوسری آن قرامطہ کا ظلم آنکھوں میں پھر جاتا ہے جب ہر طرف خون کے دریا بہہ گئے اور حجاج کو بے دریغ قتل کر کے حجر اسود کو بھی اکھاڑا اور چلتے بنے ان کے پیادوں کے ساتھ گھوڑوں نے بھی بہت ظلم کیا اور شہید دں

کے سینوں کو چھلنی کرتے اور حرم کعبہ کو روندتے رہے۔ کل میں بیٹھا تھا تو سلسلہ بندھ گیا آپ بھی تو وہاں سامنے بیٹھ کر سوچیں کہ مکہ میں ہلچل مچ گئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں پھر آپ تشریف لائے تو کیا عالم تھا۔ یہیں اسی حرم میں حضور تشریف لائے وہ دیکھو بتوں کو پھینکا جا رہا ہے۔ اور حضرت بلالؓ چھت پہ کھڑے ہو کر اذان کہہ رہے ہیں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ اور پھر یہ آواز بلند تر ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ آج بھی پورے جوبن سے اور انوارات و برکات برساتی ہوئی فضائیں گونج گونج اٹھتی ہیں اہل مکہ کی جھکی ہوئی گردنیں اور از خود بندھے ہوئے ہاتھ دھڑکتے دل لرزتے بدن دیکھو حضورؐ کس شان سے بیت اللہ شریف کے دروازے میں استادہ ہیں اور اللہ ارشاد ہوتا ہے۔ لا تثریب علیکم الیوم۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

صبح میں بیٹھا بیت اللہ شریف کی زیارت سے نگاہوں کی پیاس بجھانے کی سعی کر رہا تھا۔ کہ وہ وقت سامنے آگیا جب سورہ تبت کا نزول ہوا تھا۔ اللہ اللہ سورۃ کیا اتری کہ بچے بچے کی زبان پر ہے تبت یدا ابی لہب وتب۔ اور بچے مذاق اڑاتے ہیں جو لوگ اسے اچھا نہیں جانتے تھے وہ بھی طنز کرتے ہیں اور اس کے دوست اور وہ خود جل بھن جاتے ہیں۔ نتیجتہً مسلمانوں پر مزید مظالم ڈھائے جاتے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے پھر اس زمین میں کتنے مناظر ہیں جو آنکھوں کے سامنے آتے چلے جاتے ہیں۔ اور ہونٹوں پہ یہی سورۃ ہے کہ تکبیر کی آواز خبردار کر دیتی ہے نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں غرض یہاں جب حاضری دو ایک نیا منظر نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے بیت اللہ شریف تو آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کی ساری تاریخ کا امین اور چشم دید گواہ ہے۔ مگر ہمیں اپنی تاریخ اور واقعات جاننے کا کبھی موقع میسر نہیں آتا دوسری طرف کیا دیکھیں گے۔

۱۳ فروری جمعتہ المبارک:۔ آج آخری عمرہ ادا کیا پہلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی دوسرا شیخ المکرمؒ کی نذر تیسرا جمعہ مشائخ عظامؒ اور احباب حلقہ کی طرف سے اور یہ چوتھا اپنے سمیت والدین ازواج و اولاد احباب و اقارب کی طرف سے اللہ کریم قبول فرمائیں۔ آمین۔ ملک اور قوم کے لئے عالم اسلام کے لئے دنیا و آخرت کے لئے دعائیں تو جی بھر کے کی ہیں۔ اللہ کریم منظور فرمالیں دوران طواف ہی سیدنا و جدنا حضرت اسمعیل علیہ السلام سے شرف باریابی رہا وہ خصوصی لطف و کرم فرماتے ہیں ورنہ تو زیر مطاف ایک جہان آباد ہے جسکا تذکرہ غالباً پہلے کسی تحریر میں آچکا ہے اور یوں آج مکہ مکرمہ میں آخری روز ہے کل انشاء اللہ

بارگاہ رسالت ﷺ پناہی میں حاضری نصیب ہوگی یہاں کی عطایا تو شمار سے باہر ہیں میرے خیال میں احباب عمر بھر میں اتنی پونجی جمع نہیں کر پاتے ہوں گے جس قدر یہاں سے سمیٹ رہے ہیں۔ حال یہ ہوتا ہے۔ کہ حسی طور پر وزن پڑجاتا ہے قدم نہیں اٹھتے گردنیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں انوارات کی شدت جوڑ جوڑ کو ہلا دیتی ہے کل اور آج کے عمرہ میں تو جہاں جہاں کوئی بھی حلقہ کا ذکر کرنے والا تھا وہاں تک کیفیات کا مدوجزر پہنچ رہا تھا۔ اب اپنا اپنا نصیب بھی ہے اور ظرف بھی اپنا اپنا ہے۔ اللہ کریم سب پر اپنا رحم فرمائیں اور استقامت علی الدین نصیب فرمائیں۔ آمین۔ احباب زیارت کے لئے جاتے رہے مگر مجھے اس بار کہیں جانے کی فرصت نہیں ملی۔ طالبوں کا ہجوم وقت کی کمی کا شکوہ کناں ہے یہ رب عظیم کا احسان ہے کہ اپنے در پر اپنی رحمت بانٹنے کی سعادت بخشی دعوئے کرنا بڑا کام نہیں ہے۔ عملاً آج کے دور میں کسی ایک آدمی کو بھی احدیت تک مشاہدہ کرا دینا اور وہاں تک اس کی رسائی کا ہو جانا اگر ناممکن نہیں تو نایاب ضرور ہے یہ سعادت آج کے دور میں نسبت اویسیہ کو نصیب ہوئی کہ مشرق و مغرب کے لوگ ان نعمتوں کو لوٹ رہے ہیں نہ صرف احدیت تک بلکہ یورپ میں بھی ایسے افراد موجود ہیں جو اس سلسلہ عالیہ کے طفیل بارگاہ نبوت ﷺ کی حضوری ﷺ سے مشرف ہوئے اور مسلمان ممالک کا تو کہنا ہی کیا۔ حضرت جی رحمت اللہ علیہ بجا طور پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ایں آں سعادت ہست کہ حسرت برد برآں جویانِ تخت قیصر و ملکِ سکندری

۱۴ فروری مدینہ منورہ :۔ مکہ مکرمہ میں جو آخری واقعہ لکھنا چاہتا ہوں وہ قصاص کا چشم دید واقعہ ہے۔ جمعہ کے لئے حاضر ہوئے تو باب ملک عبدالعزیز کے باہر کھلی سڑک پر پولیس جمع ہو رہی تھی دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے ایک دائرہ بنا لیا۔ اس جگہ کو میدان عدل کہتے ہیں ایک طرف بہت بڑا نقش قرآن حکیم اور ترازو کا بنا ہوا ہے۔ پتہ چلا کہ قصاص میں کسی قاتل کو قتل کیا جائے گا۔ جمعہ ادا کر کے باہر نکلے تو دیکھنے والوں کا بھی ہجوم تھا۔ پولیس نے گھیرا بنا رکھا تھا۔ ایک کرنل اور ایک بریگیڈیئر موجود تھے یاد رہے یہاں پولیس کے عہدے ہماری فوج کی طرح ہوتے ہیں۔ اے۔ ایس۔ پی کی بجائے لفٹننٹ سے شروع ہو کر اوپر جاتے ہیں۔ ہسپتال کی گاڑی موجود تھی جیل کی گاڑی سے مجرم کو نکالا گیا لمبی سفید قمیص جو ٹخنوں تک تھی سر سے ننگا آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہاتھ پاؤں کھلے تھے دو سپاہیوں نے دونوں طرف سے ہاتھ پکڑ کر اس چٹائی تک چلایا جو میدان کے اندر بچھی تھی۔ قبلہ رو کر کے دوزانو بٹھا دیا۔ جلاد ایک لمبا تڑنگا اور بھاری جسم کا حبشی تھا سیاہ کالا سفید لباس سنہری پیٹی جس خنجر اڑسا ہوا۔ اور ایک طرف سنہری میان میں شمشیر آبدار

لٹک رہی تھی سپاہی بٹھا کر ہٹ گئے تو اس نے ایک جھٹکے سے تلوار نکالی ایک لحظہ تولی اور شپ کی آواز کے ساتھ سرکٹ کر ایک طرف اور اسی طرف دھڑ بھی گر گیا خون کے فوارے نکلے تو اس کام پہ مامور افراد بالٹیوں میں کوئی برادہ جیسا لئے کھڑے تھے اس پر ڈالتے گئے جو فوراً جذب ہو گیا۔ سپاہیوں نے چٹائی سمیت لاش اٹھا کر ہسپتال کی گاڑی میں رکھدی اور یہ جادہ جا پل بھر میں میدان خالی تھا۔ پتہ چلا کہ یہاں قاتل کا زیادہ سے زیادہ ایک ماہ میں فیصلہ ہو جاتا ہے مہلت دی جاتی ہے کہ ورثا معاف کر دیں یا خون بہا لے لیں جو ایک لاکھ چالیس ہزار ریال مقرر ہے ورنہ قتل کر دیا جاتا ہے اور سرِ عام ایک دن پہلے ورثا سے آخری ملاقات کرادی جاتی ہے وصیت پوچھ لی جاتی ہے اور سزا کے فوراً بعد ہسپتال والے گردن کو سی کر لاش ورثا کے حوالے کر دیتے ہیں۔ نہ سفارش چلتی ہے نہ رشوت بڑے چھوٹے سب ایک ہی قانون کے تحت بستے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بارہ سالوں سے یہاں حاضری نصیب ہے مگر ایک قصاص نظر آیا جرم بہت ہی کم ہے اور کسی کو کسی سے کوئی خطرہ نہیں۔

۱۵ فروری۔ شہرِ خوباں، مدینہ طیبہ کو روانگی:۔

ہم ۱۳ رات کو جدہ آ گئے میرے ساتھ کرنل مطلوب حاجی حبیب الرحمٰن، عبدالجبار اور حاجی عبداللہ صاحب تھے۔ باقی احباب کے لئے ۲۵ سیٹوں والی کوسٹر زاہد امین صاحب نے روانہ کر دی وہ فجر پڑھ کر مکہ مکرمہ سے نکلے ایئر پورٹ پر سب مل گئے اور یوں ۱۴ فروری مدینہ منورہ پہنچے۔ ظہر پڑھ کر روضۂ اطہر پر حاضری دی صلاۃ وسلام عرض کیا۔ اپنا اور اپنے ان دوستوں کا جنہوں نے عرض کرنے کے لئے کہا تھا یہاں بھی احباب کا اجتماع بفضل اللہ بہت زیادہ ہے ۲ کمروں کے دو فلیٹ ایک بلڈنگ میں اور ایسا ہی ایک فلیٹ سامنے کی بلڈنگ میں بھرا ہوا ہے آج مزید احباب پہنچ رہے ہیں۔ لہٰذا مزید جگہ حاصل کی جا رہی ہے۔ اور یہ سب اللہ کریم کا احسانِ عظیم اور حضرت استاذی المکرم رحمۃ اللہ علیہ کی پچاس سالہ محنت کے ثمرات ہیں جو اس کی قبولیت کی دلیل ہیں۔ آج فجر کے بعد درس ہوا۔ تھوڑی دیر آرام کیا اور پھر اکیلا بارگاہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا۔ طلبی ہی کے لئے تھی۔ ساری جماعت کو وہاں حاضر پایا اور سب کو انعامات سے نوازا گیا خصوصاً جو لوگ باہر ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ انکی بہت پذیرائی فرمائی گئی پھر ان میں سے بھی بعض حضرات پر زیادہ کرم فرمایا گیا یقیناً ان کی محنت زیادہ ہو گی۔ خلفاء مجاز امراء حلقہ اور اس کے بعد ادنیٰ ترین ساتھی تک فیضانِ عطا کی بارش پہنچی بندۂ ناکارہ کو کیا عطا ہوا اور کیا ارشادات

نصیب ہوئے اگر یہ لکھا جا سکتا تو اکیلے حاضری کی کیا ضرورت تھی احباب ساتھ ہوں تو کوئی نہ کوئی بات مزار سمجھ لیتے ہیں۔ جب ان کو جو یہاں ساتھ ہیں شریک نہیں فرمایا گیا تو پھر لکھا کیسے جا سکتا ہے ہاں یہ عرض کر سکوں گا۔ کہ میری اور احباب کی توقعات اور اندازوں سے بہت ہی زیادہ بلکہ اتنا کہ شاید کسی نے سوچا بھی نہ ہو عطا ہوا فالحمد للہ علیٰ ذالک ابھی ابھی بارگاہ رسالتؐ سے واپس مکان پر پہنچا تو یہ چند سطور لکھ دیں۔ باتیں لکھی تو نہیں جا سکتی مگر انشاء اللہ بہت جلد دیکھی جا سکیں گی۔ وما توفیقی الا باللہ

۱۶ فروری:۔ کل مزید نہ لکھ سکا دوپہر آرام کیا اور عصر کے بعد جنت البقیع حاضری دی احباب کا جم غفیر تھا۔ آجکل صبح شام جنت البقیع کو زیارت کے لئے کھولتے ہیں۔ دروازے سے داخل ہوں تو تھوڑا آگے اس مقبرے کے نشان ہیں جہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دفن ہیں۔ اس میں حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف آرام فرما ہیں تو حضرت فاطمہؓ کے پاس پاؤں مبارک کی طرف حضرت حسنؓ، زین العابدینؒ حضرت محمد باقرؒ اور حضرت جعفر کے مزارات ہیں۔ حاضری دی۔ دعا کی اور پھر امہات المومنین کے مزارات پر حاضری دی جو دوسری طرف قریب ہی ہیں۔ پھر سیدنا عثمانؓ کے مزار کی طرف چلے جو تقریباً دوسرے کنارے پر ہے۔ راستے میں حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا سا مزار ہے۔ اس پورے قبرستان میں ہر طرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آرام فرما ہیں۔ اور زمین کا یہ حصہ بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ عمومی حال اس کا بھی وہی ہے۔ جو یہاں اکثر مزارات کا ہے کہ عمارتیں جو کبھی تھیں منہدم کر دی گئی ہیں۔ تقریباً سارے قبرستان میں نئی مٹی وغیرہ ڈال کر برابر کر دی گئی ہے۔ بس یہ چند معروف مزارات ہیں جن کی نشاندہی ظاہراً بھی ہو سکتی ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت شفقت فرمائی اور کثیر جماعت دیکھ کر بہت مسرور ہوئے بلکہ اکثر صحابہ کرامؓ ان کی مجلس میں تشریف لے آئے اور اپنی زیارت و برکات سے مستفید ہونے کا موقعہ بخشا۔ چند گذارشات تو پیش کیں جو لکھ نہیں رہا ہوں۔ پھر دعا کی درخواست۔

ایک عقدے کا حل:۔ واپسی پر پھر خیال آیا کہ واقعات کربلا تحریر کرتے ہوئے میں نے جو اندازہ کیا کہ ۹ محرم کو یہ قافلہ کربلا پہنچ سکتا ہے وہ تو تب ممکن ہے۔ جب روزانہ بغیر دم لئے مسلسل ایک منزل متواتر ۲۵، ۲۶ دن تک طے کی جائے جو باقاعدہ فوج سے بھی امید نہیں کی جا سکتی یہاں عورتوں بچوں کا ساتھ ہے۔ خاندان نبوتؐ کی پردہ دار خواتین ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے اچھا ہوگا اگر حضرت زین العابدینؒ سے گذارش کر کے اندازہ کر لیا جائے کہ واقع کربلا کن تاریخوں میں وقوع پذیر ہوا۔ چنانچہ دوبارہ ان کے ہاں

حاضری دی اور عرض کیا تو فرمایا یہ محرم کی ۲۲، ۲۳ تاریخ تھی۔ چونکہ اسلام میں مغرب پر دن ختم ہوتا ہے اور دوسرا دن شروع ہو جاتا ہے۔ تو یقیناً یہ پچھلے پہر د قوع پذیر ہوئے والا حادثہ جانکاہ دو دنوں پر پھیلا ہوا ہوگا۔ واللہ اعلم بہر حال یوں نظر آتا ہے کہ عشرہ محرم کی فضیلت تو پہلے احادیث مبارکہ میں تھی۔ سو لوگوں کو زیادہ متاثر کرنے کے لئے شیعہ مورخین نے جہاں اور بے شمار غلط سلط باتیں شامل کی ہیں وہاں عشرہ محرم کی تاریخ سے بھی فائدہ اٹھانا چاہا ہے کہ جذبات بھڑکانے میں کام آئے۔ یہ ایک عجیب بات ہے اس لئے لکھنا ضروری جانا انشاء اللہ چند سطور کتابچہ "راہی کرب و بلا" میں بھی ضرور لکھی جائیں گی۔

مسجد نبوی کی توسیع :۔ مسجد نبوی کی توسیع کا کام زوروں پر ہے دور دور تک شہر صاف ہو چکا ہے جہاں پچھلے سال فلک بوس عمارتیں اور جدید بازار تھے سب صاف کر کے مسجد کی بنیادیں بھری جا رہی ہیں دو گنا مشرق کی طرف اور موجودہ عمارت سے دو گنا مغرب کی طرف اور ایک گنا شمال کی طرف یعنی موجودہ مسجد شریف کی نسبت پانچ گنا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ ایک طرح سے پرانا شہر سارے کا سارا ہی مسجد میں آجائیگا الا ماشاء اللہ حرمین الشریفین میں مسلسل تعمیر کا عمل جاری رہتا ہے۔ مسجد نبوی میں قرآن کریم رکھنے کے ایک پہلے والے بدل گئے ہیں۔ بہت خوبصورت سنہری ایک رکھے ہوئے ہیں حتیٰ کہ جوتے رکھنے کے ڈبے نئے اور سنہری رکھے ہیں۔ پہلے والے غائب پرانی عمارت میں ستونوں کے درمیان سنہری خوبصورت بکس لگا دیئے گئے ہیں۔ جن کے اندر ریڈیو بیں ہیں۔ اسی طرح نئے نمونے کے بڑے بڑے گلوب روشنیاں بکھیرے ہوئے لٹک رہے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں بھی حال تھا۔ تنعیم پر پچھلے سال والی زیر تعمیر مسجد مکمل ہو چکی ہے۔ اس کی مثال نہیں دی جا سکتی نہ ویسے ستون اور جالیاں اور نہ ویسی لائٹیں کہیں دیکھی ہیں کہ مثال دی جائے بس اللہ کی شان نظر آتی ہے۔ سڑکیں کشادہ روشن خوبصورت کاریں بہترین دکانیں حسین مکان پر امن ماحول اور حرمین میں تو صرف ایک بات حیران کر دیتی ہے۔ کہ اقامت ہوتے ہی چند سیکنڈ میں بغیر آواز پیدا کئے لاکھوں مسلمان صرف بستہ نظر آتے ہیں کوئی بڑے سے بڑی حکومت اپنی فوج کو بھی جو ایک تربیت یافتہ ادارہ ہوتی ہے اس طرح اتنی کم مدت میں ترتیب نہیں دے سکتی اللہ کرے مسلمان اپنے تمام کاموں میں یہ ترتیب اور حسن عمل اختیار کر لیں۔ ایک عجیب معجزہ کا مشاہدہ ہوا کہ مسجد کے گرد بھاری مشینیں کام کر رہی ہیں۔ انکا شور اور ٹھکا ٹھک اور طرح طرح کی آوازیں سر میں درد پیدا کر دیتی ہیں مگر جونہی روضہ اطہر کے قریب پہنچیں کوئی آواز کیا سنائی دے گی۔ احساس ہی نہیں ہوتا کہ

باہر کہیں کام بھی ہو رہا ہے جتنی دیر بیٹھیں کوئی شور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی بلکہ باہر آنے تک پتہ نہیں چلتا دروازے پر آئیں تو یاد آتا ہے کہ باہر تو کام ہو رہا ہے۔ اور انجن دھاڑ رہے ہوتے ہیں۔ ایک عجیب بات ہوئی کہ نماز سے فارغ ہو کر نکلوں تو مقامی عرب ملاقات کے لئے کھڑے ہوتے ہیں کوئی نہ کوئی ضرور کھڑا ہوتا ہے ہاتھ پر بوسہ دیں گے سینہ چومیں گے اور دعا کیلئے کہتے ہیں۔ حیرت ہے انہیں کیا خیال آگیا ہے آج ایک تو پکا ہی چمٹ گیا۔ ایک نماز سے فارغ ہو کر نکلے تو خود کھڑا تھا۔ دوسری پر باہر آئے تو ایک لڑکے کو لے کر کھڑا تھا اس کے لئے دعا کر دیں پھر فارغ ہو کر آئے تو اس سے بڑے لڑکے کو پکڑ کر کھڑا تھا۔ پھر پتہ لے کر ٹلا کہ یہاں لکھ دیں پھر جب میں گاڑی میں بیٹھ گیا چلتی گاڑی میں بھی بھاگ کر ہاتھ چوم رہا تھا پتہ نہیں انہیں کیا خیال گذرا ہے۔ یہ خود نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شفقت ہے ورنہ یہاں تو ہر نماز میں لاکھوں نمازی ہوتے ہیں۔

۱۷ فروری :۔ آج صبح کویت کے احباب کو بارگاہِ نبوی ﷺ میں پیش کیا۔ حکیم محمد صادق صاحب اور کرنل مطلوب صاحب بھی ساتھ تھے سب پر بہت شفقت فرمائی گئی ان کا امیر حلقہ مزمل حق ہے۔ جو بنگال کے رہنے والے ہیں۔ اور حضرت جیؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔ جلد ہی بنگلہ دیش چھٹی پر جا رہے ہیں۔ ان سے فارغ ہو کر مسجد نبوی ﷺ میں حاضری دی اور پھر احباب کے ساتھ وقت گذرا ظہر کے لئے حاضر ہوئے تو وہ مقامی آدمی پھر موجود تھا۔ ایک اور آدمی کو پکڑ لایا تھا۔ اصرار کرنے لگا کہ بعد عشا ہمارے گھر چلیں، اور ہمیں ذکر کرنا سکھائیں بھئی تمہیں یہ کیا ہوا کس نے بتایا تو کہتا ہے ہمارے بزرگ ذکر و فکر کرنے والے لوگ تھے۔ مگر ہم سے چھوٹ گیا مجھے یہاں رہتے ہوئے پینتیس ۳۵ برس ہو گئے ہیں اصل میں یمن کا ہوں یہ پہلی دفعہ ہوا کہ آپ کو دیکھا تو قلبا بے اختیار ہو گیا اور اسکی دھڑکن میں کانوں سے سن رہا تھا۔ دھم دھم کر کے چلتا تھا۔ بس مجھے پتہ چل گیا اس سے وعدہ کیا ہے۔ رات انشاء اللہ اس کے ہاں جائیں گے مسجد نبوی کے قریب ہی اس کا گھر ہے یاد آیا آج جب ریاض الجنۃ سے اٹھے تو مسجد کی لائبریری میں گئے بہت بڑی لائبریری ہے دوسری منزل پر ہے اور مذاہب اربعہ کی بے شمار کتب سے پُر ہے۔ تفسیر، فقہ، حدیث، طب غرض کوئی موضوع تشنہ نہیں مگر عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ پر کوئی کتاب نظر آئی نہ خود شیعہ کی کوئی کتاب دیکھی تو ایک صاحب جو وہاں کام کرتے ہیں اور غالباً بنگالی لگتے ہیں سے پوچھا کہ شیعہ کے بارے کوئی کتاب نہیں دیکھی تو فرمانے لگے ضرور ہے عرض کیا بھائی میں ساری لائبریری دیکھ چکا ہوں نظر نہیں آئی تو کہنے لگے نہیں چار دن مذاہب کی

کتابیں ہیں عرض کیا شیعہ علیحدہ فرقہ ہے یہ چاروں تو اہلسنت ہیں تو کہنے ہاں اگر کوئی پانچواں ہے تو پھر یقیناً نہیں ہوں گی۔ عرض کیا تو کیسے پتہ چلے گا۔ کہ شیعہ عقائد کیا ہیں۔ تو خاموش تب سمجھ میں آیا کہ روضہ اقدس کے پاس ایک خادم ایک شیعہ کو بٹھا کر بڑا لمبا چوڑا وعظ کر رہا تھا کہ یہ کرنا چاہیئے اور یوں نہ کرنا چاہیئے کہ جائز نہیں اور میں حیران ہو رہا تھا تو ان غریبوں کو خبر ہی نہیں کہ یہ کیا مصیبت ہیں اور ان کے عقاید کیا ہیں۔ اور یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے عام عرب انہیں مسلمان ہی سمجھ رہا ہے۔ جو حرکتیں کرتے ہیں وہ عربوں کے خیال میں نادانی سے کرتے ہیں حالانکہ ان کا تو مذہب انہیں یہی کچھ سکھاتا ہے۔

۱۸ فروری بر آج صبح کا وقت تو گھر پہ گذرا کہ کافی احباب کو جانا تھا پچھلے پہر مزید لوگ آ گئے عصر کے بعد مسجد نبوی میں بیٹھے رہے۔ دن کو ایک ساتھی آ گیا پہلے تو مکہ مکرمہ کی باتیں کرتا رہا جو کچھ عمرہ کے دوران اس نے دیکھا وہ بیان کرتا رہا پھر کہنے لگا جس روز آپ مسجد نبوی ﷺ میں اکیلے چلے گئے تھے تو مجھے اللہ کریم نے مشاہدہ کرا دیا میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے معانقہ فرمایا اور گلے سے لگا کر آپ کی پیشانی کو چوما تو آپ پر رقت طاری ہو گئی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشفی فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی پھر میں نے دیکھا کہ بے شمار ہجوم ہے اور ہر سلسلہ کے مشائخ بڑھ بڑھ کر آپ سے ملاقات کر رہے ہیں اور پھر کافی دیر بعد ایک زبردست تجلی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ صرف نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ باقی سب کچھ غائب ہو چکا تھا میں نے دیکھا کہ آپ پر تو گویا سکتہ طاری ہے اور پھر اس سے آگے مجھے سمجھ نہیں آئی اللہ کی شان میں تو اتنا بتانے کی جرأت بھی نہیں کر رہا تھا مگر حبیب اللہ کریم نے خود ظاہر فرمایا تو اس کی مرضی مگر اس سے آگے تو اللہ پاک خود ہی جانے اگر آگے بھی بتانا چاہتا تو خود ظاہر فرما دیتا یا ساتھیوں کو ساتھ جانے کی اجازت ہوتی یہ ساتھی یہیں عرب میں جیزان میں رہتا ہے اللہ کریم ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے امین۔ آج شام مدینہ منورہ کا ساتھی پکڑ کر لے گیا سعید نام ہے اصرار کرتا رہا کہ سب مہمانوں کو لے کر چلیں بڑی مشکل سے معذرت کی اور ایک گاڑی میں کرنل صاحب اور تین دوسرے احباب کے ساتھ اس کے گھر گئے بڑی عقیدت سے اس نے کھانا کھلایا عقیدت کا یہ عالم کہ ایک برتن میں پانی لایا ہاتھ دھلانے لگے اور سب ہاتھ دھو چکے تو وہیں بیٹھ کر سارا پانی پی گیا۔ اور اللہ کریم اس کے قلب کو روشن کرے اسے سلسلہ عالیہ کی برکات سے نوازے اور اس مبارک سرزمین پر سلسلہ عالیہ کے پھیلانے کا سبب بنائے آمین۔ ابھی ابھی اس سے اجازت لے کر واپس پہنچے ہیں تو چند سطور لکھ دی ہیں۔ والباقی باقی انشاء اللہ العزیز۔

۲۰ فروری :- کل سارا دن کچھ لکھ نہیں سکا۔ صبح زیارات کے لئے چلے گئے حسب معمول پہلے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے باہر چار دیواری ہے۔ اور اندر درمیان میں ان کا مزار ایک طرف دیگر شہداء ہیں پہلے یہ سب حضرات میدان کارزار کے قریب دفن تھے ایک دفعہ تو جب وہاں سے نہر گذاری گئی تو قبروں کو ہٹانا پڑا یہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عہد تھا پھر سعودی حکومت نے انہیں اس سے موجود مقام پر منتقل کر دیا۔ اللہ کریم ان شہداء پر کروڑوں رحمتیں برسائے اور ان کے طفیل امت مرحوم کو ہمیشہ فتح عطا فرمائے۔ انہوں نے بہت شفقت فرمائی دعا کے لئے درخواست کی پاکستان کے لئے اور عالم اسلام کے لئے احباب اور حلقہ ذکر کے لئے مسلسل کافی دیر دعا فرماتے رہے۔ ساتھیوں کا بھی ہجوم تھا جس سے بہت خوش ہوئے وہاں سے میدان کارزار یعنی جہاں احد کی جنگ لڑی گئی قریب ہی ہے اور جبل احد بھی پیدل ہی وہاں تک گئے صرف دو کاریں وہاں تک لے گئے باقی سب احباب پیدل گئے صاحب کشف ساتھی ساتھ تھے۔ جنہیں دیکھنے کا شوق بھی تھا اللہ کی عطا سے انہیں دیکھنا نصیب ہوا کہ کہاں کہاں افواج صف آراء تھیں جنگ کیسے ہوئی مشرکین کا بھاگنا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دوبارہ پشت کی طرف سے حملہ اہل مکہ کا پلٹنا گھمسان کی جنگ جہاں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے پھر جہاں آپؐ نے آرام فرمایا اور پھر جہاں پہاڑ کی درہ نما غار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جایا گیا ان جگہوں کے ابھی نشانات باقی ہیں۔ ایسے ہی مشرکین کا دوبارہ بھاگنا اور زخمی اور تھکے ہوئے مجاہدین کا تعاقب اللہ اللہ کیا شان اور کیا کیفیت تھی افسوس اس بات کا ہے۔ کہ اس سارے میدان میں آبادی ہو گئی ہے۔ حالانکہ دوسری طرف جگہیں خالی پڑی ہیں۔ کاش اسے تاریخی ورثے کے طور ہی سہی محفوظ کر لیا جاتا مگر شاید قدرت ہی کو یہ منظور ہے۔ کہ یہ مبارک نشانات لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں۔ جبل احد کے نظارے سے نظر و دل کو سیراب کرتے رہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میں احد سے محبت رکھتا ہوں اور احد مجھ سے محبت کرتا ہے او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ ہم سے تو پتھروں کا ڈھیر کروڑوں گنا خوش نصیب ہے۔ کہ محبت کی سند رکھتا ہے اللہ سے محبت بھی کیا عجیب دولت ہے" بخدا ذوقِ ایں مے نہ شناسی تا نہ چشی "

وہاں سے پلٹ کر سبعہ مساجد آئے راستے میں مسجد قبلتین کی زیارت کی جسے اب بہت شاندار طریقے سے تعمیر کیا جا رہا ہے اور سعودی حکومت کی تعمیر کا جواب نہیں۔ سبحان اللہ آدمی مثال نہیں دے سکتا کہ کہیں اور ایسی شاندار تعمیر نظر نہیں آتی۔ سبعہ مساجد دراصل وہ کمانڈ پوسٹ ہیں۔ جہاں سے جنگ خندق لڑی گئی۔ جس جگہ

لشکروں کے کمانڈر خیمہ زن تھے وہاں ترک عہد میں مساجد اور چھوٹی چھوٹی خیمہ نما مساجد تعمیر کردی گئیں یہ تقریباً خندق کا مرکز تھا اس جگہ سے احد کی طرف اور جنوبی طرف خندق تھی ایک طرف پہاڑ اور چوتھی سمت یہود کے قلعے تھے۔ میں نے کسی حد تک پہلے کسی مضمون میں اس کے بارے بھی لکھا ہے غرض کچھ دیر رُک کے اصحاب کشف خندق کی جگہ لشکروں کی خیمہ گاہیں وغیرہ متعین کرتے رہے یہ نشانیاں بھی مکانوں کے نیچے پوشیدہ ہو چکی ہیں وہاں سے مسجد قبا چلے گئے جو نو تعمیر شدہ ہے اور اسکا اپنا انداز تعمیر ہے شان وشکوہ سے نرالی برکات ہیں۔ احباب سمیت دو نوافل ادا کئے دعائیں کیں اور واپس حرم شریف میں آگئے ایک صاحب امریکہ سے رات ہی پہنچے تھے۔ انہیں پیش کرنا تھا صلوٰۃ وسلام پڑھنا تھا سو حاضر ہوئے اور صلوٰۃ وسلام عرض کر کے قدم مبارک کی طرف باب جبریل میں بیٹھ گئے پھر ظہر پڑھ کر اٹھے جب پیشی شروع ہوئی تو بہت سے احباب کے سلام اور بعض حضرات کے مسائل اور آرزوئیں بہت کچھ تھا جس کے لئے موقع کا انتظار تھا۔ جو بحمداللہ نصیب ہوا تو پھر باری باری سب کو پیش کیا اور کسی کے حق میں دعا فرمائی گئی تو کسی کو بشارت دی گئی یوں نظر آتا ہے کہ امریکہ اور یورپ بھی جانا ہی ہوگا۔ اور انشاء اللہ وہاں کی ظلمتوں میں بھی اسم ذات کی روشنی پھیلے گی ظہر کے بعد آرام کیا اور عصر کے بعد پھر حاضری نصیب ہوئی اب حلقہ ذکر کی مختلف جماعتوں کی باری تھی جو اپنے اپنے امراء کے ساتھ پیش کی گئیں اکثر کو تو بہت سراہا گیا اور بعض کو مزید محنت کی تاکید فرمائی قسمت کے معاملے میں سب کو انعامات سے نوازا گیا پھر صاحب مجاز حضرات امراء اور ایسے احباب جو خصوصی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں پھر ساری جماعت اور ساتھ نئے لوگوں کو دکھایا گیا ایک جم غفیر تھا۔ جس میں عرب وعجم کسی طرف بھی کمی نہ تھی۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

مغرب کے بعد ذکر کے لئے جمع ہوئے تو مدینہ منورہ کا ساتھی سعید بھی پہنچ گیا باقاعدہ حلقہ ذکر میں شامل ہوا اللہ کریم اسے برکت دے آمین۔

آج جمعۃ المبارک ہے اور اکثر ساتھیوں کی چھٹیاں ختم ہو رہی ہیں سو واپس جا رہے ہیں اب حرم شریف کی تیاری ہے انشاء اللہ شام کو فرصت ہوئی۔ تو کچھ لکھیں گے ورنہ کل سہی۔

۲۱ فروری :۔ آج مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جمعہ نصیب ہوا۔ عجیب بات یہ ہے کہ جب نماز کے لئے جائیں مسجد میں ہجوم ہو جاتا ہے کوئی معانقہ کرتا ہے کوئی ہاتھ چوم رہا ہے آج مدینہ منورہ کا ایک اور آدمی بلا بہت عقیدت اور محبت سے احباب نے پوچھا تو کہنے لگا کہ مہینہ بھر پہلے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی زیارت ہوئی اور انہوں نے ایک آدمی دکھایا خوب اچھی طرح چہرہ دیکھ کر یاد کر لیا لیکن یہ خبر نہ ہو سکی کہ کس طرف سے آئے گا۔ یہ انتظار تھا کہ یہ آدمی یہاں حاضر ہو گا۔ آج انہیں دیکھا تو پہچان لیا ایک اور آدمی جسکی یہاں سامنے دوکان ہے باقاعدہ ذکر میں شامل ہو گیا ایک آدمی امریکہ سے آیا ہوا تھا شام کے ذکر میں آیا عصر پڑھ کر چند منٹ مسجد میں کھڑا ہونا پڑا تو ہجوم جمع ہو گیا عشاء پڑھ کر نکلے تو ایک بزرگ دوکاندار نے پکڑ لیا ان کی مٹھائی کی دوکان راستہ میں پڑتی ہے وہاں لے گئے اور جتنے ساتھی ساتھ تھے۔ سب کو زبردستی مٹھائی کھلائی اب یہاں کے وقت کے مطابق رات کے ۱۱ بج رہے ہیں اور ابھی ابھی ایک دوکاندار اٹھ کر گیا ہے جو ملاقات کو آیا تھا۔ شاید یہ اللہ کریم کو منظور ہے کہ اس دولت کو یوں لٹائے اور بندۂ حقیر کو اپنے کرم کا واسطہ بنا دے یہ نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتیں اور حضرت استاذی المکرم کے مجاہدے ہیں۔ جن کی خوشبو لوگوں کو دیوانہ کئے دیتی ہے۔ ورنہ میں کیا اور میری بساط کیا اللہ کریم کے احسانات کا شمار ممکن نہیں اور نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی حد نہیں اللہ کریم یہ نوازشیں یہ رحمتیں اور شفقتیں ہمیشہ قائم رکھنا اور مجھ ناکارہ کو اپنی حفاظت کاملہ میں رکھنا ورنہ اتنے عظیم مقام پر سنبھل کر رہنا انسان کے بس کی بات نہیں حیرت ہے کہ لاکھوں انسانوں کا جم غفیر ہے جس میں عابد و زاہد عالم و فاضل امیر کبیر خوبصورت دراز قد جوان نورانی چہروں والے بزرگ ہر طرح کے لوگ موجود ہیں مگر نہ جانے کیوں مخلوق مجھ جیسے حقیر پہ ٹوٹ ٹوٹ پڑتی ہے شاید یہ بھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز پذیرائی ہے۔ جن کا متبسم رخ انور نگاہوں میں سمایا جا رہا ہے وصلی اللہ علی خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

۲۲ فروری :- آج علی الصبح درس قرآن کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا اور پھر حرم شریف میں چلے گئے روضۂ اطہر کے پاس باب جبریل کی طرف بیٹھے رہے۔ اب وصال کی خوشیوں پر جدائی کی اوس پڑنا شروع ہو گئی ہے کاش اجازت ہوتی تو یہیں پڑے رہتے۔ یہیں مرتے اور اسی مبارک خاک میں مل جاتے مگر ایسے نصیب کہاں پھر اطاعت سب سے زیادہ ضروری ہے ہم تو اجیر ہیں یعنی ایسے غلام جو کسی ایک خدمت پر مقرر نہ ہو بلکہ آقا کے حکم کا منتظر رہے اور جو حکم ملے اسے پورا کرنے کو اٹھ دوڑے اللہ کریم یہ غلامی نبھانے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ خواہشیں تھیں آرزوئیں تھیں اور شوق تھا بس یہی اپنا سرمایہ تھا جو لیکر قدوم مبارک میں بیٹھے رہے الحمد للہ ہمارا جنوں بھی کسی کام تو آیا اور یہ احسان فرمایا گیا کہ جسد اطہر کی زیارت کشفاً نصیب ہوئی فالحمد للہ علیٰ ذالک سفید براق چادروں کے پیچھے سے چھن چھن کر برستی ہوئی روشنی کے پیچھے وہ لطیف کا چاند

اور پہلو میں یار غار صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما۔ اللہ اللہ یہ سب کچھ بیان نہیں ہو سکتا اور یہ وہ انعام ہے جو سارے احباب کشف حضرات کو عطا نہیں ہوتا۔ بندہ ناکارہ اس نعمت کا شکر ادا کرنے سے قاصر اور بے بس ہے ادائے شکر کے لئے الفاظ نے ساتھ چھوڑ دیا ہے پھر کچھ احباب کی آرزوئیں تھیں وہ پیش کیں اور یوں ظہر پڑھ کر اٹھے بمشکل بنا زاد کی کھڑا ہونا محال ہو رہا تھا۔ باہر آئے تو پھر ہجوم عاشقاں ایک مقامی دوست پکڑ کر دوکان پہ لے گیا جس قدر مل سکے سب ساتھیوں کو لے گیا اور جوس پلا کر راضی ہوا آج پھر کئی لوگ حلقہ ذکر میں داخل ہوئے ایک ساتھی لندن سے آج پہنچے کچھ پاکستان سے پہنچے اور کچھ مختلف عرب کے شہروں سے غرض یوں یہ دن بھی جو اس دورہ کا مدینہ منورہ کے قیام کا آخری دن تھا بسر ہوا شام پھر ایک مقامی ساتھی پکڑ کر اپنی دوکان پہ لے گیا عشا پڑھ کر نکلے تو کچھ ساتھی موٹرلئے کھڑے تھے کہ اگرچہ فاصلہ کم ہے مگر ہم موٹر پہ چھوڑنے جائیں گے پھر ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا تو اب رات کے گیارہ بج رہے ہیں اور اب یہ کہہ کر لوگوں کو اٹھایا کہ آپ آرام فرمادیں اور مجھے کچھ لکھنا ہے۔ اللہ کریم شیخ المکرمؒ کے لگائے ہوئے اس چمن کو سدا آباد رکھے اور رات دن ترقی کی راہ پہ گامزن رکھے آمین اب صبح دربار رسالت میں حاضری دینے کے بعد جدہ جائیں گے جہاں دو رات قیام ہوگا اور احباب کے ساتھ محافل ذکر اور یوں ۲۴ فروری کو رات ۱۱ بجے کراچی کے لئے روانہ ہو کر دوسرے دن ۳ بجے دن اسلام آباد پہنچیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

بقیہ :- باتیں انکی یاد رہیں

اسکو عالم غیب کا پانی دے کر محفوظ رکھنا اور نشوونما دینا ہے۔ وہ پانی نور معرفت ہے جو شیخ کے دل پہ عالم غیب ملکوتی سے اللہ کی طرف سے ملتا ہے۔ توجہ شیخ کے پانی سے اس کی آبیاری ہوتی ہے۔ نور معرفت کے دودھ کے بغیر دوسرا حرام ہے۔ و حرمنا علیہ المراضع۔ لہٰذا سالک کو چاہیئے کہ اپنا مشرب سمجھ لے اور شیخ کو اپنے حالات سے مطلع کرتا رہے۔ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ ہر معاملہ میں شیخ سے واسطہ رہے۔

بقیہ :- اسرار التنزیل

دن اسلام کے مطابق زندگی بسر کر کے دیکھ لے پھر اُس کا چھوڑنے کو انشاء اللہ جی نہیں چاہے گا ایمان کے ساتھ اپنائیں تو دو عالم کی لذت ہوگی اسلام نام ہے انتہائی مزے سے زندگی بسر کرنے کا ایک ایسی زندگی ایک ایسا کام جس کے کرنے میں نہ یہاں کھٹکا ہوا اور نہ وہاں کوئی کھٹکا ہو۔

اللہ کریم ہمیں صحیح سمجھ اور توفیق عمل نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

افہام و تفہیم

سوال ۱ :-
رسالت مآبؐ کے بعد ان کے علوم کا حقیقی وارث کون ہوا ہے؟ اگر آپ صحابہ کرامؓ کا نام لیں گے۔ تو اس وقت ان میں بھی اختلاف رہا۔ اگر آپ علما کرام کا نام لیں ان میں آج بھی اختلاف ہے۔ اگر آپ اولیاء کرام کا نام لیں تو ہر ولی کی طریقت جدا نظر آتی ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کے ان سب کی منزل ایک ہے۔ صرف راستے جدا جدا ہیں۔ تو میری نظر میں قابلِ قبول نہیں کیوں کہ صراط مستقیم صرف ایک ہوتا ہے۔

سوال ۲ :-
کیا صحابہ کرامؓ پر ایمان لانا فرض ہے؟ اگر جواب ہاں ہو تو ایمان مجمل میں اس کا ذکر نہیں۔ اگر نہیں ہو تو ان کے نقش قدم پر نہیں چلنے والا دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ امر قطعی مسلمہ ہے کہ ہر شخص کا معیار فہم و ادراک یکساں نہیں ہوتا اور ہر شخص صادق اور امین بھی نہیں ہوتا۔ اگرچہ کہ وہ مخلص ہی کیوں نہ ہو۔ اب ایک استاد کی بات دوسرے شخص تک پہنچانے کے لئے انسان اپنی عقل کو بروئے کار لاتا ہے۔ مخلص ہونے کی بنا پر وہ یہ کوشش کرتا ہے کہ بعینہٖ وہ مدعا بیان کرے اور وہی الفاظ استعمال کرے۔ مگر پھر بھی غلطی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کیا عجب کہ وہ کلام کو پوری طرح سمجھ بھی سکا ہو یا نہیں۔ اور اس کے اپنے جذبات درمیان میں شامل ہو جائیں ہاں اس کی صرف ایک ہی صورت ممکن ہے۔ اور وہ یہ کہ استاد خود کہے کہ میرے فلاں شاگرد نے میری بات کو سمجھا ہے۔ صحیح طور پر اور اس پر عمل پیرا بھی ہے۔ اگر یہ بات صحابہ کرامؓ پر منطبق آتی ہے۔ تو کیوں کر تمام کے تمام صحابہ لائق تقلید ہوئے؟ اور اگر نہیں آتی تو اس کی دلیل کیا ہے؟

سوال ۳
اگر امام معصوم نہیں تھے تو ان کے غیر معصوم ہونے کی دلیل؟ آیت تطہیر کن اصحاب پر نازل ہوئی؟

سوال ۴ :-

تصوف کی جامع تعریف کیا ہے؟ اس ضمن میں حضور اکرمؐ کی کوئی حدیث مبارکہ ہو تو بتائیں۔

سوال ۵ :-

کیا اشرف الانبیاءؐ نے اپنے کسی صحابی کو ولی قطب، ابدال یا غوث کہہ کر مخاطب کیا؟ کیا آپ نے کسی صحابی کو کسی علاقے کی ولایت تفویض فرمائی؟ کیا ان کے زمانے میں کوئی مجذوب یا سالک گذرا ہے۔ یا کسی صحابی پر حال وغیرہ پڑھتا؟

سوال ۶ :-

مرشد حقیقی کی چند صفات جن سے مجھے اس کا دامن پکڑنے میں جلد آسانی ہو۔

سوال ۷ :-

تمام نیک اعمال پر حتی الوسع عمل ہے۔ مگر نماز میں نہایت سستی نیا دی وجہ اور تدارک بتائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

جواب ۱ :-

علمی وراثت کے بارے میں ایک اصولی بات سمجھ لیں۔ نبی کریمؐ اور امت کے درمیان صحابہ کرام ایک واسطہ ہیں۔ نبی کریمؐ نے جو دولت بانٹی یا لٹائی وہ امت کو صحابہ کرامؓ کے ذریعے ہی پہنچی اگر یہ درمیانی واسطہ قابل اعتبار نہ ہو تو سارا دین ہی قابل اعتبار نہیں رہتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس درمیانی واسطہ کو کیا اللہ کریم نے اور رسول کریمؐ نے قابل اعتبار قرار دیا ہے؟ اگر ایسا ہے۔ تو اس میں شک کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ قرآن کریم کی ۱۰۰ سے زیادہ آیات اس امر پر شاہد ہیں کہ صحابہؓ قابل اعتبار ہی نہیں بلکہ نبی کریم کی عطا کردہ دولت کے امین ہیں۔ اور مخلوق تک پہنچانا ان کے فرائض میں داخل ہے اور نبی کریم کا ارشاد ہے جو اپنے حجتہ الوداع کے خطبے کے دوران سارے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو موجود ہیں وہ ان تک پہنچائیں جو موجود نہیں۔ یعنی حضور اکرمؐ نے سارے صحابہ کو دینی علوم کا وارث قرار دیا۔ اور امت کو اس کی ضمانت دی کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کا دامن تھام لوگے تمہیں منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔ اب یہ فیصلہ امت کو خود کرنا ہے۔ کہ وہ اللہ و رسول کی بات پر اعتماد کرے یا انسانوں کی رائے کو پلے باندھ لے۔

جواب ۲ :-

صحابہ پر ایمان لانا فرض نہیں۔ البتہ قرآن کریم پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور قرآن کریم میں چونکہ صحابہ کی عظمت۔ تقوی۔ صداقت بڑے اہتمام سے بیان ہوئی۔ اس لئے صحابہ کی عظمت کا انکار

دراصل قرآن کا انکار ہے۔ اور یہ بات انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ اور حدیث نبوی ہے ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابی یعنی اللہ کے جس طرح میرا انتخاب کیا اسی طرح میرے لئے میرے صحابہ کا انتخاب فرمایا رب جسے انتخاب کرلے بندہ کو اس میں عیب نظر آئے تو حیف ہے اس بندے پر

جواب ۳ :۔

اصول یہ ہے کہ کسی چیز کے وجود کی دلیل نہ ہونا خود اس کے عدم وجود کی دلیل ہوتی ہے۔ امام کے معصوم ہونے کی کوئی دلیل نہ ہونا خود اس کے غیر معصوم ہونے کی دلیل ہے۔ اس اصولی بات کے علاوہ معصوم ہونے کی حقیقت اور ضرورت سمجھ لینا ضروری ہے۔ معصوم ہونا نبی کا خاصہ ہے۔ اور اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ نبی نے اللہ کریم سے ہدایت لینی ہوتی ہے۔ اور ان تعلیمات کا مخلوق تک پہنچانا ہوتا ہے۔ اگر نبی معصوم نہ ہو تو سارا دین ہی ناقابل اعتبار ہو جائے گا۔ مگر امام کا منصب نبی کی طرح کوئی اسلامی منصب نہیں ہے۔ بلکہ لیڈر یا پیشوا کو امام کہا گیا ہے۔ انبیاء کا لیڈر نبیوں کا امام ہوگا علماء کا پیشوا علماء کا امام ہوگا۔ کافروں کا لیڈر کافروں کا امام ہوگا۔

قرآن مجید میں امام کا لفظ استعمال ہوتا ہے اولیاء اور صلحاء کے امام۔ امام معصوم نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان کا منصب براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہدایت حاصل کرنا نہیں ہوتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اس لئے انہیں محفوظ کہتے ہیں۔ آیت تطہیر نبی کریمؐ کے گھر والوں یعنی (ازواج مطہرات) امہات المومنین کو خطاب کرتے ہوئے ان کے حق میں نازل ہوئی اور یہ عصمت کی دلیل بھی نہیں۔ ازواج مطہرات کی ترکیب ہی ظاہر کرتی ہے۔ کہ انہیں یہ لقب آیت تطہیر ہی کی وجہ سے ملا۔

جواب ۴ :۔

تصوف کی جامع تعریف یہ ہے کہ یہ دین کا پریکٹیکل پہلو ہے۔ اس کے لئے قرآن کریم میں تزکیہ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے اور حدیث پاک میں احسان کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کی حقیقت نبی کریمؐ نے یہ فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کر جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ وصف پیدا کرنا تصوف کا مقصود ہے۔

جواب ۵ :۔

صحابی کا منصب اتنا بلند ہے کہ ولی، قطب

جنّت

قربِ باری اور رحمانِ باری کا نام ہے۔

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ اللّٰہَ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ .... انھم اصحاب الجحیم۔

ان اللہ اشتری من المؤمنین..... .... لھم الجنۃ۔ خداوند کریم نے انسان کو اُس کے وجود اس کی ذات سمیت تمام اوصاف اپنی بارگاہ سے عطا فرمائے ہیں اور جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً فخلقت الخلق میں ایک مخفی (فاحببت ان اعرف) خزانہ تھا کوئی میری شان سے آشنائی رکھنے والا نہ تھا میری ذات نے یہ چاہا کہ کوئی میرا پہچاننے والا کوئی میرا طالب کوئی میری عظمت سے آشنا مخلوق ہونی چاہیئے تو یہ ساری مخلوق میں نے پیدا فرمائی۔ اتنی کثیر مخلوق میں سے جس کا شمار انسانی بس کی بات نہیں اس ہجوم خلق میں معرفت کی استعداد صرف انسان کو عطا فرمائی باقی جتنی یہ مخلوق ہے اس میں عظمت باری کو پہچاننے کی سکت اور استعداد ہی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ نبوت اور رسالت صرف بنی آدم میں ہے باقی کسی مخلوق میں نہیں یہی نبوت و رسالت جو ہے یہی بات معرفت ہے۔ عظمت باری کو پانے یا پہچاننے کا راستہ یہی ہے نبی اور رسول جو ہوتے ہیں وہ مثالی انسان ہوتے ہیں معصوم عن الخطا اور واجب الاتباع ہوتے ہیں اب چونکہ ہر شخص میں وہ استعداد تو نہیں جو نبی اور رسول میں ہے۔

لیکن معرفت باری کی استعداد اپنی حثیت کے مطابق ہر انسان میں ہے فطرتاً تخلیقی طور پر اگر کسی

کی عمر گناہ میں فسق و فجور میں یا اس سے بڑھ کر کفر میں بھی بسر ہو جائے تو جس آن اُسے توبہ نصیب ہو اُس آن وہ سارے گناہ وہ ساری خطائیں ساری برائیاں سارا کفر دھل کر استعداد معرفت پھر اُبھر آتی ہے چونکہ یہ ایک فطری جوہر ہے انسان کا انسانیت کا تو استعداد معرفت تو ہے لیکن اپنی حثیت سے ہے اور نبی اور رسول صرف استعداد معرفت لے کر نہیں آتے بلکہ وہ خود معرفت ذات لے کر دنیا میں آتے ہیں۔

عام آدمی میں اور نبی میں یہ فرق ہے کہ نبی اور رسول معرفت ذات لے کر دنیا میں آتے ہیں دنیا میں آکر حاصل نہیں کرتا اور دوسرے مادشما جو ہیں اُن میں استعداد ہے اپنی حثیت کے مطابق پھر اُس استعداد کو یا وہ بناتے ہیں یا بگاڑتے ہیں بعض اوقات بگڑتے بگڑتے اتنی بگڑ جاتی ہے کہ انسان اُس کو اپنے وجود میں محسوس ہی نہیں کر پاتا چنانچہ دین کو چھوڑ کر کفر کی اور عناد کی راہ اختیار کرتا ہے۔ بعض اوقات اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ کسی لمحے خیال ضرور آتا ہے میرا کوئی خالق بھی ہے مالک لیکن اتنا مضبوط خیال نہیں ہوتا کہ عملی زندگی کو متاثر کر سکے تو ان سب حضرات کے لئے نبیوں کے علاوہ غیر انبیاء کے لئے خداوند کریم نے انبیاء و رسل کو باب معرفت ٹھہراتا۔ اب استعداد تو ہر ایک شخص میں ہے دنیا میں اُس کی بے شمار احتیاجات ہیں، ان کی تکمیل کے بے شمار ذرائع ہیں تو خداوند کریم نے ان ذرائع کو بھی اپنے حکم کے مطابق اختیار کرنے کو فرمایا۔

یہ سمجھ لیں کہ جنت کیا ہے بے شک جنت کی ساری نعمتیں قیمتی ہیں اُس کا ماحول قیمتی ہے وہاں کی فضا قیمتی ہے وہاں داخلے کے بعد کسی کو نکالا نہیں جائے گا زندگی ہے موت نہیں ہے صحت ہے بیماری نہیں ہے سکھ ہے اور اُس کے مقابلے میں دکھ نہیں ہے اور ایسی نعمتیں ہیں جو کسی نے سنی نہ دیکھیں لیکن یہ سب جنت نہیں ہے یہ سب کچھ اہل جنت کے رہنے کا ایک مکان ہے جنت کی حقیقتی اور اعلیٰ یہ ہے کہ جنت میں بسنے والے ہر شخص کو ذاتی طور پر دیدار باری نصیب ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کو سال میں ایک لمحہ کسی کو مہینے میں چند ثانیے کسی کو ہر جمعہ کو۔ کوئی ایسے ہونگے جو ہر آن مستغرق رہیں گے مقام اپنا اپنا ہوگا۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ جنت کا ہر باسی براہ راست دیدار باری سے مشرف ہوگا اور یہی جنت کی حقیقت ہے یہی وہ نعمت ہے جو جنت کے علاوہ کہیں نہیں ملتی یہی وہ نعمت ہے جس کی لذت آفرینی کو دوسری جگہ نہیں پایا جاتا۔ کسی بھی دوسری غذا سے خوراک سے آرام سے اقتدار سے عہدے سے کوئی یہ نعمت حاصل نہیں کر سکتا۔

توہاں جب بات جنت کی ہوتی ہے تو اُس سے مقصود کھانا پینا اوڑھنا بچھونا نہیں ہوتا کھانا پینا اوڑھنا بچھونا زندگی یہ تو سب کچھ خداوند کریم نے یہاں بھی دے رکھا ہے۔ وہاں کی اصل نعمت جو ہے اگرچہ وہاں قیمتی ہوگا کھانا لذیذ ہوگا مزے دار ہوگا۔ لیکن یہاں بھی ہے تو سہی۔

جو چیز اور کہیں نہیں صرف جنت میں ہے وہ دیدار باری ہے اور مخلوق کے لئے کسی بھی فرد کا براہ راست جمال باری سے مستفید ہونا یہ انتہائی عظمت ہے اس سے آگے مخلوق کی کوئی رسائی نہیں تو اس کا بڑا سیدھا سا نسخہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا۔ فرمایا انبیاء کا ایمان جو ہوتا ہے وہ تو حق الیقین ہوتا ہے وہ تو جب جمال باری سے سیراب ہوتے ہیں تو جنت اور اس کی نعمتیں تو از خود راستے میں آ گئیں لیکن مومنین کے لئے فرمایا اپنے نبی اپنے رسول کے واسطے سے خداوند عالم نے یہ بات طے کر دی ہے یہ سودا کر دیا ہے خدا نے خرید لی ہے۔ مومن سے اُس کی جان بھی اور اُس کا مال بھی اور جنت اُسے عطا کر دی۔

یعنی ایمان کیا ہے ایمان یہ ہے کہ ہمارا وجود ہمارا مال ہمارے تمام اختیارات ہماری تمام چیزیں اللہ کی ہیں ہماری نہیں اور جمال باری دیدار باری کا خدا کی جنت وہ ہماری ہے اور کسی کی نہیں

ان اللہ اشتریٰ من المومنین ...... لھم الجنۃ۔ وہاں تو ظاہری آنکھوں سے جو نظر جو نگاہ جنت میں عطا ہوگی وہ نگاہ وہ آنکھیں جمال باری کو دیکھ سکیں گی لیکن اس عالم میں دل کی آنکھ سیراب ہوتی ہے۔ اور اگر کسی کو اپنے قرب کی لگن اپنے جمال کی تڑپ اپنے دیدار کی لذت دل کی نگاہوں سے بھی عطا فرما دے تو گویا اُس کا سودا پختہ ہو گیا۔

ہر کوئی اپنی شے کی حفاظت کرتا ہے پھر انسان کے ذمہ یہ ہے کہ وہ اپنی دولت کی حفاظت کرے۔ یعنی وہ لذت وہ تڑپ وہ طلب جو قرب الٰہی کو پانے کے لئے اُس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے یہی اُس کی اپنی پونجی اور اپنی متاع ہے انسان کو چاہیئے اس کی حفاظت کرے اور اُس کا وجود اُس کی جان اُس کی اولاد اُس کا مال اُس کی جائیداد یہ اس کی نہیں ہے اس نے تو بیچ دی یہ خدا کی ہے اب اُس سے پوچھے جیسا وہ حکم دے اس کی تعمیل کرے۔ اپنی ملک تو ہے ہی نہیں کسی کی ہے۔ مالک جس طرح اُس میں تصرف کرنا چاہے یہ اُس سے پوچھ کر اُس میں تصرف کرے رہ گئی حفاظت و نگہبانی و نگہداشت تو وہ اپنے سرمائے کی کرے اپنی پونجی کی کرے اس کی پونجی کیا ہے وہ میٹھا میٹھا درد جو یاد خدا سے پیدا ہوتا ہے وہ لگن وہ تڑپ جو قرب الٰہی کے لئے دیوانہ

بنائے رکھتی ہے وہ آرزو اور وہ خواہش جو تجلیات باری کو پانے کے لئے مچلتی ہے اس کی حفاظت کرنا ہمہ وقت کرنا دن رات کرنا ضائع نہ ہونے دینا یہ ہمارے ذمہ ہے کیونکہ یہ ہمارا سرمایہ ہے۔

وجود جان مال یہ تمہارا اپنا نہیں ہے جنہوں نے سودا کیا دیکھو یقتلون فی سبیل اللہ ... . ویقتلون اس بات سے بے نیاز ہو کر خدا کی راہ میں لڑتے ہیں مارے جائیں گے یا کسی کو مار دیں گے۔ آپ دیکھیں اصحاب بدرؓ کو مکی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ مسلسل تیرہ برس کونسا ظلم ہے جو صحابہؓ نے نہیں سہا۔ اور کہیں یہ نہیں ملتا کہ انہوں نے یہ کہا ہو کہ خدایا ہمارے وجود کو ہمارے جسم کو ہماری جان کو کافروں کے ظلم سے پناہ عطا فرما کیوں نہیں کہا اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب ہمارا نہیں اُس کا ہے۔

میں حلیۃ الاولیاء دیکھ رہا تھا وہ نقل فرماتے ہیں جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سیدنا بلالؓ کو خریدا تو صورت یہ تھی کہ حضرت بلالؓ سارے پتھروں میں دفن تھے صرف سر نظر آرہا تھا مار مار کر تھک گئے مسلسل کئی روز تو پھر اتنے پتھر پھینکے کہ اُس کے نیچے دب گئے تو آپ نے کہا کہ یہ تمہارے کام کا تو رہا نہیں میرے ساتھ سودا کر لو تو جب سودا طے ہو گیا تو کافروں نے کہا قیمت جو طے کی ہے اگر اس سے ایک تہائی بھی دیتا تو ہم اسے تمہارے حوالے کر دیتے ہم تو اس سے تنگ آ چکے تھے آپ نے فرمایا جو قیمت میں نے طے کی ہے اگر تم اس سے سو گنا زیادہ بھی مانگتے ہیں دے کر لے جاتا۔

اگر بلالؓ بھی یہ ہاتھ اُٹھا دیتا کہ خدایا کہ میرے ساتھ کیا کر رہے ہیں تو ممکن ہے عذاب نازل ہو جاتا حضرت بلالؓ کی بھی کوئی معمولی ہستی نہیں تھی ایک ایسا شخص معراج کی حدیث میں ملتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں جنت کو دیکھ رہا تھا تو بلالؓ کے جوتوں کی آواز سنی۔ جو شخص زمین پر چلتا ہے اور اُس کے پاؤں جنت میں پڑتے ہیں زندگی میں ایک انداز ہے تا قرب الٰہی کا کہ اس زمین پر بستا ہوا بھی جنت میں بس رہا ہے۔ صدیق اکبرؓ بھی اگر ہاتھ اٹھا دیتے تو خدا سے کیا بعید تھا لیکن وہ کہتے تھے یہ وجود یہ جسم یہ جان ہماری نہیں ہے۔ اُسی کی ہے اُس کے مال کے لئے ہم خواہ مخواہ فکرمند کیوں ہوں۔

جو ہے اُسی کا اُس پر اُس کا اپنا تصرف ہے۔ اُسے کٹوا دے اس میں ہمارا دخل نہیں ہے ہمارا دخل ہے اپنی پونجی اپنے سرمائے کے ساتھ۔
سبحان اللہ۔

جب بیمار تھے جب آخری مرض الموت میں تھے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ تو احباب نے عرض کی کہ اگر اجازت دیں تو حکیم کو بلالیں فرمایا میں نے حکیم کو دکھایا ہے سب نے پوچھا کیا کہا ہے حکیم نے تو فرمانے لگے وہ کہتا ہے اِنّی فعال لما یرید۔ میں جو چاہوں کرتا ہوں۔

اس طرح انہی لوگوں کو دیکھا، آپ تیرہ سال بلا چوں وچرا ہر دکھ سہتے رہے۔ حتّٰی کہ گھر چھوڑنے کا شہر چھوڑنے کا حکم مل گیا۔ وہ کہہ سکتے تھے خدایا ہم کمزور ہیں۔ تُو تو قادر ہے تُو ہمیں شہر چھوڑنے کے بجائے کافروں کو شہر سے نکال دے تیرا گھر ہے۔ یہاں بیت اللہ ہے۔ تُو ہمیں یہاں سے نکلنے کا حکم دے رہا ہے تو قادر ہے کافروں کو یہاں سے بھگا دے کسی نے نہیں کہا چپ چاپ نکل گئے۔

اور مدینہ منورہ میں انہی لوگوں کو جب حکم دیا گیا کہ کافروں کے مقابلے کے لئے نکلو تو کوئی نہیں پوچھتا ہم تھوڑے ہیں ہم کمزور ہیں۔ مقابلہ کیسے ہو اُنہیں اس بات سے غرض ہی نہیں ہے اُنہیں اس بات سے غرض ہے یہ جان یہ مال یہ سرمایہ ہے اللہ کریم کا جہاں وہ کہتا ہے لے جاؤ جہاں وہ کہتا ہے رکھ دو جیسے کہتا ہے ایسے خرچ کرو اُن کا اپنا نہیں ہے۔ مکے میں رہنے کا حکم ہے وہاں بیٹھے ہیں مدینہ ہجرت کرنے کا حکم ہے۔ وہاں چلے گئے۔ نماز کا وقت ہے سربسجود ہیں رمضان ہے روزے سے ہیں انہیں اس بات سے غرض ہی نہیں ہے کہ اس میں کیا ہے کیا نہیں اُن کے ذمہ تو ایک ڈیوٹی لگی ہوئی ہے یہ سب کچھ ہے اللہ کا اور اس کے حکم کے مطابق اس کو چلاتے رہو وہ اس کو چلاتے ہیں۔ اُن کی نگاہ اپنے رب پر ہے اور یہی بات یہاں کتاب اللہ ارشاد فرماتی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

یقاتلون فی سبیل اللہ ...... یقتلون

مضمون کے مطابق کافروں کو قتل بھی کرتے ہیں۔ خود قتل بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب کچھ ہے اُسی کا ہے جس کے احکام کی تعمیل کر رہے ہیں۔

وعداً علیہ حق فی التورٰۃ والانجیل

فرمایا یہ اتنا پکا سودا ہے کہ تمام آسمانی کتابوں میں خدا نے یہ وعدہ کیا ہے کہ لوگو اپنا وجود اپنی جان اپنا مال میرے ہاتھ بیچ دو اور مجھے میری ذات کو میرے جمال کو میرے دیدار کو خرید لو جنت کا تو نام ہے۔

اگر جنت سے دیدار باری کو نکال دیا جائے تو جنت میں وہ رعنائی وہ جولانی وہ ابدیت وہ دوام کوئی شے بھی نہ رہے یہ دوام جو ہے مخلوق کی صفت ہی نہیں ہے جنت بھی تو مخلوق ہے دوام صفت ہی خالق کی ہے جس مخلوق کو جتنا تعلق اُس کی ذات سے پیدا ہو گیا اُس تعلق کی وجہ سے اُسے دوام

حاصل ہو گیا پھر دوزخ بھی علی الدوام رہے گی تو غضب الٰہی کا مظہر ہے اس لئے جنت میں دوام اس لئے ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا مظہر ہے اگر یہ شے نکال دو تو نہ اُس کی کوئی اصلیت رہ گئی نہ دوزخ کی۔ جنت کا تو نام لیتے ہیں۔ وہ ہے نا

خوشتر آں باشد سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے جمال باری کو قرب باری کو دیدار باری کو پانا ہے۔ نری جنت کو کیا کریں گے ومن اوفیٰ بعھدہٖ آپ فرمایا یہ وعدہ کرنے کے بعد یہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہی وعدہ ہے کہ خدایا جو کچھ تو نے مجھے دیا اسے میں تجھے دیتا ہوں تیرا جمال تیرا دیدار تیرا قرب ہی تجھ سے خریدتا ہوں یعنی اپنے کو دے دیا اور ذات باری کے قرب کو لے لو۔

اُسے پنہاں کر دیا ہے۔ جنت کے لفظ میں فرمایا جس نے یہ عہد نبھا لیا آپ نبھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تا دم واپسیں اس وجود کو اپنا نہ سمجھے اپنے مال کو اپنا نہ سمجھے اور پوری زندگی ایک ایک حکم الٰہی کے لئے وقف کرے۔ تو جس نے اس عہد کو سنبھایا۔ فرمایا۔ فاستبشروا۔۔۔۔ ۔۔۔۔ فوز العظیم تو انہیں مبارک ہو

یہ بات اور یہ سوداگری اور یہ اتنی بڑی سوداگری ہے اس سے بڑا منافع کوئی اور مخلوق میں کما ہی نہیں سکتا۔ ذالك هو الفوز العظيم یہ بہت بڑی کامیابی ہے فرمایا اسے محض اپنے ذہن میں سمجھنا جیسے شیخ پندار دکہ دار دحاصلے شیخ را حاصل بجز پندار نیست۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

محض سمجھ رکھنا کہ مجھے بہت کمال حاصل ہے یہ محض خوش فہمی نہ ہو بلکہ خداوند کریم نے ان بیوپاریوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں فرمایا جن کا سودا پختہ ہو جائے نا اُس میں یہ اثرات آجاتے ہیں۔ التائبون بیشک عمر بھر کوتاہیاں کرتا رہا ہو۔ باقی عمر خلوص سے استغفار پڑھنے میں بسر ہو جاتی ہے۔ التائبون العابدون ۔۔۔۔۔۔ ساجدون فرمایا ان بیوپاریوں کی عادات یہ ہوتی ہیں جیسے کوئی بتاتا ہے نا کہ کپڑے کے بیوپاری اس طرح سے کرتے ہیں غلے کے بیوپاری اس طرح سے کرتے ہیں جانوروں کے بیوپاریوں کا یہ حال ہوتا ہے یہاں اللہ کریم فرماتا ہے یہ سودا کرنے والے جو لوگ ہوتے ہیں وہ تائب توبہ کرنے والے عابد اللہ کی حمد و ثنا میں مصروف اُس کے ساتھ اپنی سرگوشیاں کرتے ہوئے اُسی کی بارگاہ میں جھکتے ہوئے اور اُن کی پیشانیاں

انہی کے لئے سجدہ ریز رہتی ہیں۔
یعنی اگر ذوقِ عبادت حاصل ہو جائے اور دِقت یادِ الٰہی میں صرف ہو اور گناہوں سے ندامت حاصل ہو اور طاعت کا شوق پیدا ہو اور اللہ کی یاد دل میں گھر کر جائے اور سجدے اور رکوع نصیب ہو جائیں اسی پہ بس نہیں فرمایا وہ دیوانے ہوتے ہیں وہ اپنی ذات پہ بس نہیں کرتے کوئی سنے یا نہ سنے تامرون بالمعروف وینہون عن المنکر وہ بھلائی کا حکم کرتے رہتے ہیں برائی سے روکتے رہتے ہیں۔
والحافظون لحدود اللہ وہ اللہ کے احکام کے چوکیدار بن جاتے ہیں صرف عمل کرنے والے نہیں عمل کرنا تو اور بات ہے حدودِ الٰہی کے نگہبان اور چوکیدار بن جاتے ہیں، وبشر المومنین فرمایا ایسے ایمانداروں کو میرے محبوب بشارت دے دو اور جن کا نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہو بے سرمایہ یہ پونجی نصیب نہ ہو فرمایا یہ نری خوش فہمی ہے اللہ کریم نے اوصاف اس لئے گنوا دیئے ہیں کہ ہر شخص آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ سکے اور اگر اس سودے میں یگانہ ہے تو دوسری طرف فرمایا۔ ما کان للنبی...... ولو کان اولی قربیٰ۔
اگر کوئی یہ سودا نہ کرے تو یہ اتنی بڑی گستاخی ہے کہ پھر نہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور نہ ہی آپ کے متبعین کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ کسی مشرک کے لئے خدا سے معافی کی درخواست ہی کریں۔ خواہ وہ دنیوی طور پہ قریبی ہو رشتہ دار ہو باپ ہو بھائی ہو بیٹا ہو فرمایا اس بات سے انسان ہوتے ہوئے جو اس استعداد کو ضائع کر دے اس نے اتنی زیادتی کی کہ پھر ان لوگوں کے ساتھ اس کا رشتہ منقطع ہو گیا جو جمال باری کے طالب ہیں۔
حتیٰ کہ اس کی بات بھی وہ بارگاہ الوہیت میں نہیں کر سکتے من بعد ما تبین...... اصحاب الجحیم جب بات واضح ہو گئی جب کسی کا خاتمہ کفر پہ ہو گیا۔ کافر دنیا میں ہو تو مکلف ہے۔ اس کے لئے ہدایت کی دعا کی جا سکتی ہے لیکن اگر خاتمہ ہی کفر پہ ہو جائے تو اس کے لئے دعا کرنا منع ہے۔
حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اللہ کریم نے روک دیا پھر دوسرا کوئی کیا کر سکتا ہے یعنی یہ اتنے خسارے کا سودا ہے۔ درمیانہ راستہ ہے ہی کوئی نہیں جس یہ آج کے کمزور مزاج لوگوں نے ہم نے یہ درمیانہ راستہ اختیار کر رکھا ہے نا حقیقتاً یہ کوئی راستہ ہی ہے صرف دو راستے ہیں یا اطاعت کا یا نافرمانی کا

اگر اطاعت خلوص قلب کے ساتھ کی جائے تو واقعی ان نعمتوں کی طرف لے جاتی ہے اور اگر دل ساتھ نہ ہو تو پھر دین نہیں ہوتا پھر رسومات رہ جاتی ہیں جب دل ساتھ نہ دے تو ایمان ہی قبول نہیں ہوتا اور ہمارا یہاں یہ حال ہے۔ کہ اسی اسی ساٹھ ساٹھ سال برس ہم نے عمر بسر کر لی ہمیں علم نہیں ہے کہ یہ جو بات ہم اللہ سے کرتے ہیں اس کا مفہوم ہی کیا ہے۔ لا الہ الا اللہ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ کہہ دینے سے کیا ہوتا ہے اس کا مفہوم کیا ہے اس سے مجھ پر کیا لازم ہوتا ہے مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا مالہ اور ما علیہ کا اگر پتہ ہی نہ ہو تو دل تصدیق کیا کرے۔

یہی وجہ ہے کہ یہ نہ جاننا جو ہے اس دور کے انسان کی محرومی کا سبب بن گیا ہے۔ اللہ کا احسان ہے ان لوگوں پر جنہیں اس دنیا میں اپنے جمال کی آرزو طلب تڑپ عطا کر دی یہ بہت بڑا احسان ہے اس کا خداوند عالم اسے سلامت رکھے اور اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ حق بنتا ہے ہم اپنے سرمائے کی حفاظت کریں اور جو سرمایہ ہم نے بیچ دیا ہے رب کریم کو اسکی حفاظت صرف یہ ہے کہ اسکو اس طرح سے خرچ کیا جائے جسطرح اس کا مالک کہتا ہے۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

غوث اس کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں ہوتے لہذا صحابی کو غوث کہہ کر پکارنا ایسا ہے جیسا کسی صدر مملکت کو پٹواری کہہ کر پکارا جائے۔

حال پڑنا ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ کامل کو حال نہیں پڑتا۔ لہذا صحابی کو حال پڑنا ممکن ہی نہیں۔

جواب ۶ :-

مرشد حقیقی کی صفات دو قسم کی ہیں۔ ایک لازم دوسرا متعدی لازم یہ ہے کہ دین کا ضروری علم رکھتا ہو۔ دین کے احکام پر عمل کرتا ہو۔ سنت کا پابند ہو۔

متعدی :- یہ کہ دوسروں کو دین سکھانے اور ان کی عملی اصلاح کرنے کا سلیقہ اسے آتا ہو۔ اور یہ دونوں امور ایسے ہیں کہ عام آدمی اس پیمانے سے کسی کو ماپ نہیں سکتا۔ اس لئے اس کا عوامی پیمانہ یہ ہے۔ کہ اس سے ملنے والوں کی سوچ اور عملی زندگی میں ایسی تبدیلی آجائے کہ دیکھنے والوں کو محسوس ہو کہ اس کی عملی زندگی پر محمد رسول اللہ کا ٹھپہ لگا ہوا ہے۔

جواب ۷ :-

آپ کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی پابندی سے شروع کر دیں اور پورے خلوص سے کریں۔ اللہ کا نام خود راہ پیدا کر دے گا۔

حافظ عبدالرزاق

تبصرہ کتب

ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ
قطب الاقطاب نمبر

VII/۲۰-۱۲-H پوسٹ بکس نمبر ۲۴۷۰ ناظم آباد کراچی، قیمت -/۱۵ روپے

یوں تو ہر صاحب کمال شخصیت کی زندگی گونا گوں خوبیوں کا مرقع ہوتی ہے مگر یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر ایسی شخصیت میں کوئی ایک خوبی امتیازی حیثیت رکھتی اور وہ اس کی ذات میں غالب نظر آتی ہے۔

زندگی کے دو پہلو ہیں فکری و عملی، جسے تعلیم اور تربیت بھی کہہ سکتے ہیں۔ حقیقی کمال یہی ہے۔ کہ زندگی کے یہ دونوں پہلو نمایاں معلوم ہوں۔

ادارہ اقراء ڈائجسٹ نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رح کی دینی خدمات پر ایک خصوصی شمارہ شائع کیا ہے۔ جس میں حضرت شیخ کے دونوں پہلو پیش کئے ہیں۔ مگر عنوان میں ان کا وہ پہلو انتخاب کیا ہے۔ جو میں سمجھتا ہوں شیخ کی زندگی میں غالب اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے، چنانچہ قطب الاقطاب کا عنوان اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے۔

حضرت مفتی ولی حسن صاحب نقش آغاز میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے

"بڑی ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان علماء حضرات شیخ کے نقش قدم پر چل کر اپنی دنیا اور آخرت بنائیں، خانقاہیں آباد کریں۔ ذکر و اذکار کا سلسلہ جاری کریں حدیث کو اپنا حال بنائیں نہ کہ قال۔"

پھر آپ لکھتے ہیں۔

حضرت شیخ نے دل کا علم جاری فرمایا اور اسے رواج دیا اور چاہتے تھے کہ امت اسی پرانے طرز پر واپس آجائے۔

اسی طرح مفتی مزمل حسین کاپڑیا صاحب نے حضرت شیخ کے تبلیغی مشاغل بلکہ پوری زندگی کے مختلف ادوار کا ذکر کرتے ہوئے جنوبی افریقہ کے گیارہ مقامات کا ذکر فرمایا کہ شیخ نے یہاں کا تربیتی سفر فرمایا اور مختلف مقامات پر ذکر کے حلقے قائم کئے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی وہ فہرست ہے۔ جو حضرت شیخ کے خلفاء اور مجازین کے ناموں پر مشتمل ہے جنکی تعداد ۱۰۶ ہے۔

جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب کا مقالہ "فیضان قلم" حضرت شیخ کی علمی خدمات کا بھرپور جائزہ ہے۔ آخر میں آپ کی تصانیف کی فہرست دی گئی ہے۔ جن کی تعداد ۱۰۳ تک پہنچتی ہے۔ گویا شیخ نے تعلیم اور تربیت یعنی علم و عمل یا یوں کہئے کہ فقہ اور تصوف و سلوک دونوں میدانوں میں قابل رشک کام ہے۔ مگر پھر بھی تصوف و سلوک کے پہلو کا غلبہ نظر آتا ہے۔ کاش حضرت شیخ کا یہ مشن کما حقہ کسی ادارے نے سنبھالا ہوتا۔

تبلیغی جماعت، تبلیغی نصاب کی حد تک تو کسی قدر اس کام کو سنبھالے ہوئے ہے۔ مگر اس کا وہ پہلو جو الشیخ کی نظر میں زیادہ اہمیت رکھتا تھا اور جس کی اہمیت کا اعلان اللہ کریم نے ان الفاظ میں فرمایا تھا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى اور تزکیہ کے لئے ذکر الٰہی کرنا اور ذکر کی محفلیں اور حلقے قائم کرنا اتنا ضروری ہے کہ اللہ کریم نے اپنی آخری کتاب میں ۱۶۰ مقامات پر کسی نہ کسی رنگ میں اس کی ضرورت کا احساس دلایا ہے۔ یہ حضرات اس پہلو کو ضروری ہی نہیں سمجھتے بلکہ لوگوں کو ذکر الٰہی سے روکتے ہیں۔ چنانچہ شیخ نے اپنے ایک نصیحت آمیز خط میں بڑی دلسوزی سے فرمایا ہے

"یہ مبارک کام شیطان پر بہت ہی گراں گذرا اور اس کام کو خراب کرنے کے تمام راستے بھی بند پائے تو اس کام سے براہ راست کوئی تعرض نہ کیا بلکہ کام کے ظاہری جسم کو خوب موٹا تازہ ہونے دیا لیکن چور دروازے سے گھس کر حفاظتی قلعہ اور کام کی روح پر ایسی چالاکی سے حملہ کیا کہ خود تبلیغ والے تبلیغ زندگی اور پھیلاؤ کو اس کی روح کے مرجانے پر منحصر سمجھنے لگ گئے .... اور اس خطرناک مہلک غلطی پر پردہ ڈالنے کے لئے روح کا نام اور حفاظتی قلعہ کا فقط نام باقی رکھا جائے۔ وہ روح اور حفاظتی قلعہ کیا ہے۔ وہ ذکر اللہ ہے۔ جو ساری عبادات نماز، جہاد اور تبلیغ کے چھ نمبروں کی بھی روح ہے .... شیطان نے نہ صرف اس روح کو کمزور کرنے کی کوشش کی بلکہ اس کے وجود کی مخالفت کرنے پر آمادہ کر دیا" پھر اسی خط میں ص ۹ پر فرماتے ہیں۔

"حقیقی اور اعلیٰ ذکر کا نام لے کر اس کے حصول کا ذریعہ" معروف لسانی اذکار سے غفلت کرا دی جاتی ہے تاکہ نہ ادنیٰ ہاتھ میں رہے نہ اعلیٰ حاصل ہو" پھر ص ۱۳ پر فرماتے ہیں۔

علم دین اور ذکر اللہ کے اہتمام کے بغیر نکلنا کچھ بھی نہیں (محض آوارہ گردی ہے)........

کیا یہ سب حرف تین تسبیح سیکھنے کے لئے ہوتا ہے۔ یا سلوک و تصوف و تزکیہ میں کرتا ہے پھر حضرت دہلوی کے ملفوظات کے بیان کرتے ہوئے

فرمایا:

"مولانا ہماری تبلیغ میں علم و ذکر کی بڑی اہمیت ہے۔ بدوں علم کے نہ عمل ہو سکے نہ عمل کی معرفت اور بدوں ذکر کے علم ظلمت ہی ظلمت ہے۔ اس میں نور نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے کام کرنے والوں میں اس کی کمی ہے۔" پھر صفحہ ۱۶ پر فرماتے ہیں۔

"ذکر کرنے والوں کے اکثر خطوط آتے ہیں۔ زبانی بھی پوچھتے ہیں کہ چلے میں جانے سے ذکر نہیں ہو سکا۔ وقت نہیں ملتا۔ ان کو سمجھا دیا جاتا ہے کہ یہی دعوت کا کام حقیقی ذکر ہے۔ یہ ذکر سے بڑھ کر ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

اگلے صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں۔

تبلیغی نصاب میں فضائل ذکر بھی شامل تھا اس لئے اس کے نام کو باقی رکھنا ضرور ہوا تو دعوت ہی کو اپنی ذاتی اصلاح اور حقیقی ذکر قرار دینے کا فریب کامیاب ہو گیا۔" آگے فرماتے ہیں۔

"اب یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ کھلم کھلا ذکر اور خانقاہوں کی مخالفت ہو رہی ہے۔ آگے صفحہ ۲۵ پر ایک طالب علم کو رائے ونڈ جانے سے روکنے کے سلسلے میں اسکو لکھتے ہیں۔

"آپ نے بہت اچھا کیا کہ یہ وقت وہاں گذرا اس میں رائے ونڈ والوں کی ناراضگی کی پرواہ نہ کریں بلکہ بندہ کی طرف سے بھائی عبدالوہاب گھمن والوں سے مطالبہ کریں کہ رائے ونڈ والوں نے ایسا کیوں کیا۔" آخر میں نصیحت کے طور پر فرماتے ہیں۔

"اہل نسبت اور اہل ذکر سے رجوع کرو۔ ان سے ذکر پوچھو۔ ساتھیوں کو اس پر لگاؤ۔ یہ نہیں کہ صرف دوسرے نمبروں پر ان کی پوری طاقت خرچ کروانے کے بعد جب چھٹی دو تو اعلان کر دو کہ بھائی اپنی اپنی تسبیحات پوری کر لیں۔

عین ممکن ہے کہ یہ قطب الاقطاب نمبر رائیونڈ والوں کی آنکھیں کھولنے میں ممد ثابت ہو۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آخر میں جناب وسیم غزالی صاحب کو "بزم اقراء" کے مضمون پر نظر ثانی کرنے کی دعوت دینے کو جی چاہتا ہے۔

صفحہ ۱۸ کے آخر میں آپنے علمائے کرام کی ایک خاصی طویل فہرست دی ہے ان علمائے حق میں ایک نام آپنے ایسا لکھ دیا ہے جو یقیناً یہاں misfit ہے۔ کیونکہ یہ صاحب اپنے مخصوص عقیدے کی بنا پر باقی تمام کو مشرک قرار دیتے ہیں۔ اور انہوں نے اس شجر خبیثہ کی ایسی فصل تیار کی کہ ان کا ایک شاگرد یہاں تک کہہ گیا۔ جو حیات النبی کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے خواہ وہ ابوبکر رضؓ ہی کیوں نہ ہو۔ تو ایسے شخص کا نام اس فہرست میں نہیں آنا چاہیئے اس سے بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہی کی دلدل میں پھنس جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ادارہ اقراء ڈائجسٹ بہر

نوٹ: تمام دینی فکر رکھنے والے لوگوں کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے جس نے قطب الاقطاب نمبر شائع کر کے عوام کو بڑے اہم دینی حقائق سے آشنا کر دیا۔ (ا۔س)

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی کی بابرکت رائے۔
برائے تالیف "خدائی رنگ" مولفہ شیخ محمد صدیق۔

ISLAMIC RESEARCH INSTITUTE
DAR-UL-IRFAN
MUNARA, CHAKWAL (PAKISTAN)
Office: 15
Res: 21

معہد البحوث الاسلامیہ
دار العرفان
منارہ، چکوال۔ پاکستان

جہاں دنیا رنگ برنگ ہے جس میں بے شمار رنگ دیکھے ہیں
محترم شیخ محمد صدیق صاحب کی تالیف خدائی رنگ
بھی دیکھی
دور حاضرہ میں مسلمانوں کو اس بات کی [illegible]
کس قدر ضرورت ہے یہ محتاج بیان نہیں
اور شیخ صاحب نے عامۃ المسلمین کو ذکر الٰہی کی
دعوت [illegible] دلنشیں انداز میں احکام [illegible]
کتب کے حوالہ جات [illegible]
[illegible] مقامات [illegible]
[illegible]

عامۃ المسلمین کو استفادہ کرنے کا شرف
بخشیں [illegible] آمین

دعا گو [illegible]
فقیر محمد اکرم [illegible]
خادم سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
دار العرفان منارہ
چکوال

کتاب [illegible] دستیاب ہے۔

ضلع [illegible] جامع مسجد [illegible]

اقوال زریں

۱:۔ اولیاء اللہ کی محبت، اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک مجرب ذریعہ ہے۔

۲:۔ اولیاء اللہ کے پاس کامیاب نسخہ ذکر الٰہی کی تلقین اور اس کا سلیقہ سکھانا ہے۔

۳:۔ ذکر الٰہی کی کثرت اور اولیاء اللہ کی صحبت سے انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کبھی بدبخت ہو کے نہیں مرتا۔

۴:۔ اولیاء اللہ سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے، حضرت تھانوی رح نے ایک روز فرمایا تھا "اولیاء اللہ سے دشمنی کفر تو نہیں مگر توہین کرنے والے مرتے کفر پہ ہی ہیں۔

۵:۔ فرائض راس المال ہیں، ترقی ہمیشہ نوافل سے ہوتی ہے۔ مگر جس کے فرائض پورے نہیں اس کے نوافل کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

۶:۔ ان احادیث سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

ماخوذ از دلائل السلوک صفحہ ۲۱

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام تصوف ہے۔ نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوّف ہے اور نہ آنیوالے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہوجائیگی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباعِ سنت حاصل ہو جائیگی۔ نہ اسمیں کشف والہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ساری خرافات' اسلامی تصوّف کی عین ضد ہیں۔ ——— (ماخوذ دلائل السلوک ص۱۱ از حضرت مولٰنا اللہ یار خان رح)

تصانیف حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

تصوف

تعارف	۳/-
دلائل السلوک خاص ایڈیشن	۴۰/-
دلائل السلوک انگریزی ایڈیشن	۶۰/-
اسرار الحرمین	۱۵/-
علم عرفان	۳/-
عقائد و کمالات علماء دیوبند	۷/-

حیات بعد الموت

سیف اویسیہ	۱۰/-
حیاتِ برزخیہ	۳۰/-
حیاتِ انبیاء	۱۵/-
حیات النبی ﷺ مذاہب اربعہ اہل سنت کی نظر میں	۱۰/-

شیعیت کا تحقیقی مطالعہ

الدین الخالص	۲۵/-
ایمان بالقرآن	۲۰/-
تحذیر المسلمین	۲۵/-
آیات اربعہ	۵/-
تحقیق حلال و حرام	۵/-
حرمتِ ماتم	۵/-
ایجاد مذہب شیعہ	۵/-
شکست اعدائے حسین	۴/-
داماد علی	۲/۵۰
بناتِ رسول	۳/-
الجمال والکمال	۵/-

تصانیف حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ

اسرار التنزیل حصہ اول	۱۰/-
اسرار التنزیل " دوم	۱۰/-
اسرار التنزیل " سوم	۱۰/-
اسرار التنزیل " چہارم	۱۰/-
چار پارے مکمل و مجلد	۵۰/-
دیارِ حبیب میں چند روز	۵/-
ارشاد السالکین I	۴/۵۰
امیر معاویہ	۱۰/-
ماہی کرب و بلا	۲/-
عصرِ حاضر کا امام	۱/-
ارشاد السالکین مکمل	۲/-

تصانیف پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے استاد عربی

ذکر اللہ عربی	۳/-
لغزشیں	۱۰/-
اطمینانِ قلب	۱۵/-
تصوف و تعمیر سیرت	۱۰/-
کس لئے آئے تھے ؟	۸/-
خدایا ایں کرم بار دگر کن	۱۰/-
بزم انجم	۲۰/-
دین و دانش	۱۰/-
کونوا عباد اللہ	۳/-
انوار التنزیل	۶/۵۰
مغالطے	۵/-

ماہنامہ المرشد چکوال

بیاد

حضرت العلام مولانا

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ

اصلاح احوال و باطنی اصلاح

بدل اشتراک

سالانہ چندہ	۵۰/-
ششماہی	۳۰/-
فی پرچہ	۵/-
سعودی عرب، کویت، یمن، لنکا	
بھارت سالانہ چندہ	۱۲۰/-
متحدہ عرب امارات مسقط	۱۴۰/-
یورپ	۱۵۰/-
لیبیا	۱۶۰/-
امریکہ کینیڈا	۱۸۰/-

سول ایجنٹ

اویسیہ کتب خانہ

۲۲۸/G ماڈل ٹاؤن ایکسٹینشن سکیم

کیو بلاک۔ لاہور

۲ نمبر ویگن کا آخری سٹاپ

ملنے کا پتہ: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجِم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255